



سستی مسم

عنبرین ابدال

”آئی آپ۔“ اینلا نے دروازہ کھولا اور راعنہ کو دیکھ کر جھٹ سے اس کے گلے لگ گئی۔
 ”ارے پاگل اندر تو آنے دو۔“ راعنہ نے دہائی دی۔
 ”میں بھی ہوں۔“ اسد نے پیچھے سے ہاتھ ہلا کر اپنی موجودگی کے بارے میں آگاہ کیا۔
 ”اسد بھائی کیسے ہیں آپ۔“ اینلا نے شرمندہ ہو کر راستہ چھوڑتے ہوئے اسد سے استفسار کیا۔
 ”بالکل فٹ فاٹ، تم سناؤ۔“ اسد نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگاتے ہوئے محبت بھرے انداز میں کہا۔
 ”میں بھی ٹھیک۔“ اینلا عجلت میں جواب دے کر پھر سے راعنہ کے پیچھے شکوہ شکایتوں کے ریکارڈ چلائی چلی آئی۔
 ”امی اور بابا سے بل لوں، پھر سکون ہے“ امی اور بابا سے بل لوں، پھر سکون ہے

ناولٹ

تمہاری شکایتیں سنوں گی۔“ راعنہ نے ہنسنے ہوئے کہا اور فاخرہ بیگم اور بختیار صاحب کے کمرے میں چلی آئی۔
 ”آؤ آؤ اسد۔“ فاخرہ بیگم اسے دیکھ کر جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔
 ”میں ابھی آتی ہوں۔“ راعنہ فاخرہ بیگم سے کہہ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔
 ”راعنہ آئی آپ بہت خراب ہیں، اتنے دن ہو گئے آپ کو گئے ہوئے، آپ کو ہماری یاد نہیں آئی۔“ اینلا نے کولڈ ڈرنک کا گلاس راعنہ کے سامنے کرتے ہوئے منہ بنا کر پوچھا۔
 ”بڑے لوگوں کو ہم جیسے لوگوں کی یاد کیوں آئے گی؟“ اسد نے ڈائجسٹ ہٹا کر طنز کیا اور پھر سے ڈائجسٹ میں منہ دے کر بیٹھ گئی۔
 ”ہیں آئی۔“ اینلا جو راعنہ کی گردن میں بائیں ڈالے بیٹھی تھی حیرت و استعجاب سے اس کی



طرف دیکھنے لگی۔
 ”حد ہی ہوگئی، میں تم سب کو بھول سکتی ہوں کیا۔“ راعنہ نے ابتلا کے چہرے پر بوسہ دیتے ہوئے محبت مہرے انداز میں کہا۔
 ”اچھا ہم دونوں بعد میں باتیں کریں گے، پہلے تم اسد کے لئے چائے بناؤ اور ساتھ میں کچھ انٹیکس وغیرہ بھی دے کر آؤ۔“ راعنہ نے ابتلا سے کہا، تو وہ سعادت مندی سے سر ہلا کر کمرے سے چلی گئی۔
 ”ارے کیا ہوا ہے؟“ راعنہ نے اسد کے قریب بیٹھے ہوئے لائق سی بیٹی اسد سے استفسار کیا۔
 ”کچھ نہیں ہوا اور پلیز مجھے ڈسٹرب مت کرو، میری کہانی قلم نگار سے ہے۔“ اسد نے معروف سے لہجے میں خشک انداز پہ کہا۔
 ”میری پیاری بہن نہیں ہو، بناؤ تا کیا ہوا ہے؟“ راعنہ نے اس کے ہاتھ سے ڈائجسٹ اچک لیا۔
 ”کیا ہے؟“
 ”مجھے مت چھیڑو اور میرا ڈائجسٹ واپس کرو۔“ اسد نے منہ بنا کر اپنا ہاتھ راعنہ کے سامنے بڑھایا۔
 ”اچھا ادھر تو دیکھو۔“ راعنہ نے زبردستی اس کا چہرہ اپنی طرف کیا۔
 ”کیا بات ہے؟“ راعنہ نے معصومیت سے پوچھا۔
 ”میں تم سے سخت ناراض ہوں۔“ اسد نے اس کے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹاتے ہوئے کہا۔
 ”پر کیوں؟“ راعنہ نے رسائیت سے پوچھا۔
 ”تم بہت ایڈیٹ ہو راعنہ، میں تو سوچ

بھی نہیں سکتی تم اتنی بے وفا بھی ہو سکتی ہو۔“ اسد نے دو تین تھپڑ راعنہ کی پشت پر رسید کرتے ہوئے کہا۔
 ”ارے ہوا کیا؟ کیوں مجھے بچپاری پر علم کے پہاڑ توڑ رہی ہو۔“ راعنہ نے دہائی دی۔
 ”اتنے دنوں کے بعد تشریف کا تو کر لاری ہو اور پوچھ مجھ سے رہی ہو، کیا ہوا ہے؟ پتا بھی ہے میرا اور ابتلا کا تمہارے بغیر دل نہیں لگتا۔“ لیکن تمہیں کیا فرق پڑتا ہے، تمہیں تو بس عصمی، عصمی کی تسبیح کرنی آتی ہے۔“ اسد نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔
 تو راعنہ ہنستے ہوئے پشت کے تل بیڈ پر گر گئی، کہنیوں کے تل اوپر ہوتے ہوئے اس نے ناراضگی سے منہ پھلائے بیٹھی اسد کو دیکھا۔
 ”پتی یار میرا کہاں تمہارے بغیر دل لگا ہے۔“ راعنہ نے سیدھے ہوتے ہوئے اسد کے گرد اپنی بازو ڈال دی۔
 ”ہنو یہ جھوٹی محبت تم اپنے پاس ہی رکھو۔“ اسد نے منہ بنا کر کہا اور راعنہ کو دور ہٹانا چاہا۔
 ”اچھا سواری یار، اب نہیں جاؤں گی، اب تو ناراضگی ختم کر دو نا۔“ راعنہ نے اسد کے کان پکڑتے ہوئے کہا۔
 ”اپنے پکڑو، میرے کیوں کان پکڑ رہی ہو۔“ اسد چلائی۔
 ”تمہارے اور میرے کان الگ تھوڑی ہیں۔“ راعنہ کلک لگائی، تو اسد کے چہرے پر بھی بے ساختہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔
 ”ایک بات تو بتاؤ، تم بہت پیاری ہوگئی ہو راعنہ ماحول کا اثر تھا یا حازم کی پتی کا۔“ اسد نے اسے چھیڑا۔
 ”بتاؤں تمہیں۔“ راعنہ نے اس کے بازو پر چٹکی لگائی۔

”اوپنی اللہ، اتنی زور سے چٹکی کاٹی ہو، کچھ تو ذوق خدا کر لیا کرو۔“ اسد نے اپنی بازو ہلاتے ہوئے کہا۔
 ”ہیلو لیڈیز۔“ اسد نے دروازہ تاک کیا۔
 ”آ جاؤ اسد۔“ راعنہ نے اٹھ کر بیٹھے ہوئے اسد سے کہا۔
 ”کیا حال ہے۔“ اسد اسد کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔
 ”ٹھیک ہوں۔“ اسد نے رکھائی سے کہا۔
 ”تم سے اتنا نہیں ہوتا، آ کر بندہ خال ہی پوچھ لے، ویسے بھی کل میں جاب پہ واپس جا رہا ہوں، اب تو بس آتی کی مہندی والے دن ہی آؤں گا۔“ اسد نے شکوہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنا آئینہ کا پروگرام بھی اسد کے گوش گزار کیا۔
 ”اچھی بات ہے، بندے کو کام کاج ہی کرنا چاہیے، فارغ رہ کر بندے کا دماغ شیطان کا دماغ بن جاتا ہے۔“ اسد نے نخوت سے سر جھٹک کر اسد کی طرف دیکھا۔
 ”دیکھا یونہی تو میں فین نہیں ہو، اپنی ہونے والی بیوی کا، اتنے اچھے اچھے مشورے اتنے آرام سے دیتی ہیں، خود چاہے عمل کرے نا کرے، دوسرے کو مجبور کر دیتی ہیں عمل درآمد کروانے پہ، ویسے پیاری ہوگئی ہو، کون سی کریم لگا رہی ہو۔“ اسد نے اسد کو گھورا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔
 ”چلو منگیتر نہ سہی، کرن سمجھ کر ہی بات کرلو، ظالم لڑکی۔“
 ”ویسے راعنہ ایک بات ہے، تم یہاں نہیں تھی، میری کرن کی صحت پر خاطر خواہ فرق نظر آ رہا ہے، تم سارا دن چٹکیاں کاٹ کاٹ کر بچپاری کو ادھ موا کر کے رکھتی ہو، اب کے دیکھو صحت بھی ٹھیک ہے رنگ بھی۔“ اسد نے ناقدانہ نظروں سے اسد کا جائزہ لیتے ہوئے، اپنی رائے

پیش کی۔
 ”اسد مجھے لگتا ہے تم نے میڈیکل جوائن کر لی ہے۔“ اسد چلائی۔
 ”ڈاکٹروں کی طرح پہلے صحت ٹھیک ہے، یہ ٹھیک ہے، وہ ٹھیک ہے۔“ اسد نے جڑ کر کہا تو اسد قہقہہ لگا کر فیس پڑا اور راعنہ نے اس کا ساتھ دیا۔
 ”تم۔“ اسد نے راعنہ کو خشکی نظروں سے گھورا تو وہ فوراً اپنی ہنسی پر بیک لگا کر سیریس ہو کر بیٹھ گئی۔
 ”اچھا ابھی راعنہ میں چلتا ہوں، بس اسد کا غصہ ہی دیکھنے کے لئے آیا تھا۔“ اسد نے اپنا سیل فون جیب سے نکالتے ہوئے کہا۔
 ”دیکھ لیا نا، تو چلو اب جاؤ۔“ اسد نے ابرو اچکا کر ہاتھ کے اشارے باہر جانے کا کیا۔
 ”اے لڑکی حد ادب یاد رکھو، تمہارا ہونے والا بچاڑی خدا ہوں۔“ اسد نے انگلی اٹھا کر اسد کو وارن کیا۔
 ”مجھے یاد ہے، تم قحط کرو۔“ اسد نے کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے لڑا کا انداز میں کہا۔
 ”او۔“ اسد نے اوکو لبا کھینچا تو اسد شرمندہ ہی ہوگئی اور سر جھکا کر سیدی ہو کر کھڑی ہوگئی۔
 ”چلو آؤ ایک سیلفی ہو جائے۔“ اسد نے شرمندہ سی اسد کو کہا، چند لمحے بھر کی شرمندگی اسد کی بات پہ ہوا ہوگئی۔
 ”آرام سے رہو، کیوں اپنا سیل فون ترواؤ گے مجھ سے۔“ اسد نے اسے دھمکی دی۔
 ”ظلم جب حد سے سوا ہو جائے وہاں سے کوچ کرنے میں ہی بھلائی ہے۔“ اسد نے مظلومیت سے راعنہ کی جانب دیکھا، وہ کندھے اچکا کر رہ گئی۔
 ”اچھا چلو میں چلتا ہوں، صبح مجھے اسلام

آباد کے لئے بھی نکلتا ہے۔“ اسد نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”بائے راعنہ۔“ اس نے راعنہ کی جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”بائے لڑاکا مرغی۔“ اسد نے جاتے جاتے اس کا کچر اتار کر ٹیبل پر گرادیا۔

”کیا ہے یہ؟ بدتمیز۔“ اسد نے جھنجھلا کر کہا۔

”جو بھی ہوں جیسا بھی ہوں تمہارا ہی ہوں۔“ اسد نے کہا اور دروازہ پار کر گیا، اسد منہ بنا کر دھب سے بیڑ پر بیٹھ گیا۔

”اور تم کس خوشی میں ہنس رہی ہو۔“ اسد نے راعنہ کو گھورا۔

”میں کب ہنس رہی ہوں۔“ راعنہ نے فوراً سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

”اچھا میں سونے لگی ہوں مجھے تنگ مت کرنا۔“ راعنہ نے بیڈ کی پائنتی پہ رکھے کھیس کو اڑھٹے ہوئے کہا۔

”خود ہی تو کہہ رہی تھی ڈھیر ساری باتیں کرے گی۔“ اسد نے دہائی دی۔

”صبح کریں گے۔“ راعنہ کی آواز آئی، وہ اس وقت حازم کو سوچنا چاہتی تھی، خود کو اور حازم کو، راعنہ نے چند تازے راعنہ کی پشت کو گھورا اور پھر ڈائجسٹ اٹھا کر اپنی ادھوری کھائی مکمل کرنے لگی۔

☆☆☆

”ایک بات کہوں راعنہ؟“ اسد نے پلٹ کر راعنہ سے اجازت طلب کی۔

”ہاں کہوں۔“ راعنہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

”مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگا، راعنہ عصمی تمہیں اپنے ساتھ کام کی وجہ سے لے گئی تھی، اور

تم مجھے تم سے بالکل بھی امید نہیں تھی، کہ تم چلی جاؤ گی۔“ اسد نے انڈے فرائی کرتے ہوئے رسائیت سے کہا۔

”یہ کیا بات ہوئی؟“ راعنہ اس کی جانب پلٹی۔

”تمہیں برا نہیں لگا۔“ اسد نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے الٹا اسی سے پوچھا، راعنہ چند لمحے اچھی نظروں سے اس کو دیکھتی رہی۔

”میں جانتی ہوں، تم کس وجہ سے کہہ رہی ہو اسد، لیکن یہ بھی تو سوچو ان کے ساتھ ہمارا خون کا رشتہ بھی ہے، وہ ہمارے سگے تایا کا گھر ہے، ایک ہی تو ہمارے تایا ہیں، نہ کوئی پھپھو ہیں، وہ مجھے مان اور پیار سے لے گئی تھی اور جہاں تک کام کی بات ہے، تو یقین مانو انہوں نے مجھے کبھی بھی کام کو ہاتھ بھی لگانے نہیں دیا، میں بس عفت آئی اور عصمی کے ساتھ بازار جاتی تھی۔“ راعنہ نے رسائیت سے اس کو آگاہ کیا۔

”تم ساتھ تھی، انہوں نے تمہیں کچھ نہیں لے کر دیا۔“ اسد نے عجیب سے لہجے میں پوچھا، اس کے سوال پہ راعنہ کی آنکھوں میں حیرانگی در آئی۔

”میں ان کی دی ہوئی چیزوں پر بیٹھی ہوں کیا؟“ راعنہ نے برز آف کرتی اسد کو اپنی جانب موڑتے ہوئے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

”میں یہ نہیں کہہ رہی ہوں راعنہ، اصول کی بات ہے، انہوں نے اپنے لئے ڈھیروں چیزیں خریدی، تو کیا عصمی نے تو مجھے بہت کہا اور عفت آئی تو مجھ سے باقاعدہ ناراض بھی ہوئیں۔“

”لیکن میں نے کچھ نہیں لیا، غلط کیا ہے کیا؟“ راعنہ نے ناگواری سے اسد سے استفسار کیا۔

”میں تم سے ویسے ہی پوچھ رہی ہوں، مجھے

پسنا لگا، تو کہہ دیا تمہیں۔“ اسد نے اپنی راہی سے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

”ایک بات میں بھی تم سے پوچھوں۔“ راعنہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فدا وایانہ انداز میں کہا۔

”ہاں پوچھو۔“ اسد نے کپوں میں چائے پلنے ہوئے لارو راہی سے کہا۔

”تم ان لوگوں سے بدگمان کیوں رہتی ہو؟“ راعنہ نے بہت عرصے سے اپنے ذہن میں الجھاتے ہوئے سوچ کو لفظوں کا پیرا بن پڑایا۔

”میرے دل میں ان کے لئے بدگمانی نہیں ہے، سب ٹھیک بھی ہے، مگر پتا نہیں، کیوں مجھے لگا ہے، جیسا وہ شکر کرتے ہیں نہیں۔“

”ویسے ہے نہیں۔“ اسد نے بڑبڑا کر جیسے خود سے کہا۔

”کیا کہہ رہی ہو؟“ راعنہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

”آں ہاں کچھ نہیں۔“ اسد چونکی اور سر ہلک کر بات پلٹ دی۔

”تم ہمیں ٹریٹ کب دے رہی ہو۔“ اسد نے راعنہ کی جانب چائے کا کپ بڑھایا۔

”کس بات کی ٹریٹ؟“ راعنہ نے ابرو اٹھائے۔

”اپنے پاس ہونے کی خوشی میں بدتمیز۔“ اسد نے راعنہ کی بازو پہ چٹکی کاٹی۔

”جب تم اور اینٹلا کہوں گی۔“ راعنہ نے اپنے نائعتے کے ٹرے اٹھاتے ہوئے کہا اور وہ انوں کمرے میں آکر بیٹھ گئیں۔

”جس دن میرا رزلٹ آؤٹ ہوا تھا نا، اس دن ہم سب آکس کریم کھانے گئے تھے۔“ راعنہ اس کو تفصیل سے بتانے لگی، وہ دونوں باتوں میں مگن ہو گئیں۔

عفی آئی کی شادی کی تیاریوں میں کب وقت گزرا پتا ہی نہیں چلا، اسی دوران اس نے گورنمنٹ جاب کے لئے اپنے پیچہ زنجی جمع کروا دیئے تھے۔

☆☆☆

مہندی کا کنکشن گھر ہی میں اوریج کیا گیا تھا، اسد، راعنہ گھر سے ہی تیار ہو کر بختیار صاحب کے ساتھ بعد میں آئیں تھیں۔

فاخرہ بیگم اور اینٹلا کافی دیر پہلے آچکی تھی۔

”واؤ آئی آپ کتنی پیاری لگ رہی ہو۔“ راعنہ نے شرمائی لپائی سی عفت کے گلے میں بائیں ڈال کر محبت سے کہا۔

”اے لڑکی ہٹو دیکھ نہیں رہی، آئی تیار ہو رہی ہیں۔“ عصمی نے زور دے پکڑے۔

”ہیں تمہیں کیا ہوا ہے؟“ راعنہ نے حیران ہو کر ناراض ناراض سی عصمی کی طرف دیکھا۔

”گھر پہ آرام کرتیں، تمہیں اب بھی آنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔“ عصمی نے طنز یہ لہجے میں کہا اور پارلوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔

”اواچھا، تو منڈم آپ اس بات پہ ناراض ہیں۔“ راعنہ نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا، عصمی نے مڑ کر کھا جانے والی نظروں سے راعنہ کو گھورا۔

”گرین لکری نسل پالش لگاؤ۔“ عصمی نے پارلوں والی کو حکم دیا تو وہ سر ہلا کر عفت کے ناخنوں پر گرین شید کی نسل پالش لگانے لگی۔

”ہیلو کزنز۔“ اسد کمرے میں آیا، وہ عصمی کے عقب میں کھڑا تھا۔

”ویسے راعنہ تم سے جھوٹا نہیں کہاں ہے؟“ اسد نے ایزدیاں اٹھ کر عصمی کے دائیں بائیں دیکھا اور اسد کو ناچا کر سوالیہ نظروں سے راعنہ سے پوچھا۔

”چاہئیں۔“ راعنہ منہ بنا کر خالی پڑی کرسی پر بیٹھ گئی، نہ جانے اسے آج کیوں عصمی کا رویہ اچھا نہیں لگتا تھا۔

”ہیں کیا ہوا؟ طبیعت نامساں ہے، کہ باحول۔“ اب کے اسد نے عصمی کے عقب سے نکل کر اس کے سامنے آکر پوچھا۔

”اسد تم جس دن گئے تھے، اس دن کی گئی ہوئی ہیں میڈم اور آج آئی ہیں، تارا بھی بنتی ہے یا نہیں۔“ عصمی نے شکایتی انداز میں اسد سے استفسار کیا۔

”تم اسد سے تو کچھ نہیں کہتی، ہر وقت مجھے ہی کنبہ میں کھڑا کرتی ہو، وہ کون سا آئی ہے۔“ راعنہ نے اسد کے بولنے سے پہلے ہی رسائی سے کہا۔

”ایک بیکوزی خیردار اگر کسی نے میری اسد کو بچ میں گھسیٹا، یا اسے کچھ کہا۔“ اسد نے انگلی اٹھا کر وارن کیا۔

”تم تو چپ ہی رہو۔“ عصمی نے اسد کی بازو پر تھپڑ رسید کیا، اتنے میں اسد سامنے کمرے سے نکل ان کے کمرے میں آگئی۔

”تم سب لوگ یہاں کیا کر رہی ہو، سب مہمان آرہے ہیں، آبی تیار ہو رہی ہیں انہیں تیار ہونے دو، تم سب تو باہر آ جاؤ۔“ اسد نے بات کرتے کرتے نظر اٹھا کر اسد کی جانب دیکھا، جو آنکھوں میں ایک جہان لئے اسے ہی دیکھ رہا تھا، اسد کے پیوریل بھر میں ہی بدل گئے۔

”تم کیوں نہیں رہے ہو؟“ اس نے خشکیں نظروں سے اسد کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”اچھی لگ رہی ہو اور تمہیں دیکھ کر انجانہی کی خوشی محسوس ہوتی ہے، تو دل کی خوشی ہونٹوں پر بھر ہی جاتی ہے۔“ اسد نے اسد کے قریب

آتے ہوئے سرگوشی کی۔

”تم اپنے دانت اندر اور اپنی خوشی سنبھال کر رکھا کرو، خواہ خواہ مجھ سے اپنے دانت تروا لو گے۔“ اسد نے کہا اور پاؤں میں گر واک آؤٹ کر گئی، اسد کے قہقہے نے دور تک اس کا پیچھا کیا، اسد کے لیوں پر خوبصورت سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

”اچھا میں باہر جا رہی ہوں تم راعنہ اور کمرے سے چوڑیوں کا ڈبہ رکھا ہے، وہ اٹھا لاؤ جلدی سے۔“ عصمی نے کہا اور اپنا دوپٹہ سینہ کرنے لگی۔

”میں جاؤں۔“ راعنہ نے اپنی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے بے چارگی سے پوچھا۔

”نہیں تم کیوں تمہارے فرشتے جاؤں گے۔“ عصمی نے مڑ کر طنز یہ لہجے میں کہا۔

”اچھا لڑومت لے آئی ہوں۔“ راعنہ نے ہاتھ اٹھا کر اور کمرے سے نکل کر سیڑھیاں چڑھ گئی۔

”ایک تو یہ عصمی بھی ہر وقت رعب ڈالتی رہتی ہے، اسے تو میں بعد میں سیدھا کروں گی۔“ وہ اپنے ہی خیالوں میں مگن سیڑھیاں چڑھتی جا رہی تھی، جب سامنے سے آتے حازم سے ٹکرا گئی، اس سے پہلے کہ وہ پلیٹ کر سیڑھیوں میں گر پڑتی زمین بوس ہوئی، حازم نے جلدی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

”ہائے شکر ہے میں بچ گئی ورنہ تو۔“ راعنہ نے جلدی سے اپنا ہاتھ چمڑاتے ہوئے جھرجھری لے کر کہا۔

”کیوں گر جاتی میں ہوں نا پکڑنے کے لئے؟“ حازم نے سینے پہ ہاتھ باندھتے ہوئے جھک کر راعنہ کے کان میں سرگوشی کی۔

”اف تم بھی نا حازم۔“ وہ حازم کو ایک جانب کرتی کمرے میں آگئی۔

راعنہ الماری میں سر دیئے چوڑیوں کا ڈبہ نکال رہی تھی، جب اس کی پشت پر حازم کی آواز مچی، راعنہ سرعت سے اس کی آواز پر مچی۔

”مجھے ایسے کیوں لگنے لگا ہے، مجھے تم سے محبت نہیں عشق ہونے لگا ہے۔“ حازم نے گھبر لہجے میں سبز اور پیلے چوڑی ڈار پا جاے میں ملبوس راعنہ کو اپنی نظروں کے حصار میں لیتے ہوئے کہا، راعنہ نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔

”پلیز حازم جاؤ کوئی آجائے گا۔“ راعنہ نے بی سی سے کہا۔

”تو آجانے دو، میں کون سا کوئی چوری کر رہا ہوں، اپنے جذبات کو عیاں ہی تو کر رہا ہوں۔“ حازم اس کے مقابل آکھڑا ہوا۔

”حازم پلیز مجھے جانے دو نا۔“ اسے اپنے راستے میں ایسا وہ دیکھ کر راعنہ نے مت آمیز لہجے میں کہا۔

”تو جاؤ، میں نے تمہیں پکڑا ہوا ہے کیا؟“ حازم نے اپنی بات پہ توجہ نہ دیتی ہوئی راعنہ کو دیکھ کر چڑ کر کہا، راعنہ سر جھکا کر اپنے لب کانٹے لگی۔

”اچھا ایک منٹ میری بات سن لو پھر چلی جانا۔“ حازم کو گھبرائی گھبرائی سی راعنہ پر ترس آئی گئی۔

”اپنا ہاتھ آگے کرنا۔“ حازم نے اپنی جیب میں سے سرخ تھلی ڈبی نکالتے ہوئے حکم آمیز لہجے میں کہا۔

”کیوں؟“ راعنہ نے سراٹھا کر اپنے سے کچھ فاصلے پہ کھڑے حازم کو حیرانگی سے دیکھ کر پوچھا۔

”تمہاری انگلی کاٹنی ہے۔“ حازم اس کے سوالوں سے چڑ ہی گیا۔

”رنگ پہناتی ہے۔“ حازم نے اس کا ہاتھ

پکڑنا چاہا، جسے راعنہ نے جلدی سے اپنی پشت پر کر لیا۔

”کس لئے۔“ راعنہ نے ابرو اچکا کر سوال کیا۔

”یاد دینے وکیل میں ہوں اور جرح پہ جرح تم کیے جا رہی ہو۔“ حازم نے مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

اس کی آنکھوں میں اتنے رنگ تھے کہ راعنہ بے اختیار اسے دیکھنے لگی، حازم نے اس کی عتاب دہانی کا فائدہ اٹھایا، اس کا ہاتھ تمام کر زبردستی رنگ اس کی انگلی میں ڈال دی، راعنہ اپنی محویت پر شرمندہ سی ہو گئی۔

”تمہارے پاس ہونے کا گفت ہے، اس رنگ کو تم ہمیشہ پہن کر رکھنا۔“

کاشن کے وائٹ سوٹ میں ملبوس حازم اس وقت نظر لگ جانے کی حد تک پیارا لگ رہا تھا۔ کتنی ہی دیر وہ دونوں چپ کی زبان میں ڈھیروں باتیں کرتے رہے، راعنہ نے اپنی دھڑکنوں اور دل کا حال سنائی آنکھوں پہ ہلکوں کی جھانکر گرا دی۔

”دیکھ لو، تمہارا ہی ہوں۔“ حازم نے شرارتی انداز میں کہا، تو راعنہ کے لیوں پر استحقاق بھری مسکراہٹ ابھری۔

”مجھے جانے دو۔“ راعنہ نے منتنا کر کہا۔

”پہلے اپنا ہاتھ دو۔“

”وہ تو میں نے زبردستی تھاما تھا، ایک بار اپنی رضا مندی سے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دو۔“ حازم نے اس کے سامنے اپنا ہاتھ بڑھایا۔

راعنہ نے اپنا نرم و نازک ہاتھ اس کے مضبوط ہاتھ میں دے دیا، حازم نے مسکرا کر راعنہ کی جانب دیکھا اور اس کے ہاتھ کا پشت کو

چوم کر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔
 ”جاؤ۔“ حازم راعنہ کے سامنے سے ہٹا،
 راعنہ نے سرشاری میں قدم اٹھائی تھا۔
 ”یہ لو۔“ حازم نے اس کے سامنے چھوٹی
 سی ڈبلی بڑھائی۔
 ”راعنہ میں نے تمہیں کیا لینے بھیجا تھا، اگر
 ڈبہ نہیں مل رہا تھا، بتاؤ تو مجھے آکر۔“ عصمی باہر
 سے ہی اونچی آواز میں بولتی آرہی تھی، راعنہ نے
 حازم کی پھٹی سے ڈبلی اٹھا کر اپنے ہاتھ کی مٹھی
 میں بند کر دی۔
 ”تم بھی نا عصمی کوئی کام ٹھیک سے نہیں
 کرتی۔“ راعنہ کو بھیج دیا، بیچاری کب سے ڈھونڈ
 رہی تھی۔
 ”وہ تو میں اچانک آ گیا تو ڈھونڈ کر ڈبہ
 راعنہ کو دیا۔“ حازم نے سنجیدہ ہوتے ہوئے عصمی
 کو آڑے ہاتھوں لیا۔
 ”سوری یار میں نے ادھر الماری میں ہی
 رکھا تھا، یہ دیکھا اندانے ادھر ادھر کر دیا ہوگا۔“
 عصمی نے معذرت خواہانہ انداز میں راعنہ سے
 کہا، تو راعنہ نے رخ بدل کر اپنی لمبی کو چھایا۔
 ”چلو آؤ جلدی سے سب لوگ آگئے
 ہیں، دیر ہو رہی ہے، مہندی کی رسم شروع کرتے
 ہیں۔“ عصمی نے شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر
 ایک نظر اپنی تیاری کو دیکھا اور پھر مطمئن ہو کر
 راعنہ کے ہاتھ سے چوڑیوں کا ڈبہ لے لیا۔
 ”آؤ راعنہ۔“ عصمی نے کہہ کر باہر کی
 طرف بڑھی، راعنہ نے ہستے ہوئے اس کی تقلید
 میں قدم بڑھا دیئے۔

☆☆☆

”ایک منٹ۔“ عصمی نے میز صیال
 اترتے ہوئے پل بھر کو روک کر اپنے عقب میں
 آئی راعنہ سے کہا۔

”کیا ہوا؟ پھر کوئی چیز رہ گئی۔“ راعنہ نے
 منہ بنا کر استعجابیہ لہجے میں پوچھا۔
 ”ایک بات تو بتاؤ۔“ عصمی اس کے اور
 اپنے سچ تین چار میز صیال کا فاصلہ عبور کر کے
 راعنہ سے ایک سیٹپ چلی میز صیال پر کھڑی ہو کر
 راز دانہ انداز میں اس کی جانب رکی۔
 ”آج تم لگ بہت پیاری ہو، بیوٹی فل اور
 کیوٹ لگ رہی ہو، حازم یہی مانے تمہاری تعریفیں
 کی۔“ عصمی نے شرارتی انداز میں آنکھیں
 گھمائی۔
 ”عصمی تم بھی نا، ورنہ مار کھاؤ گی۔“ راعنہ
 نے ہاتھ اٹھا کر اسے دھمکی دی۔
 ”میں تو تمہیں وارن کر رہی ہوں، یہ نا ہو
 کل عفی آئی کے ساتھ ساتھ تمہاری بات اچھی آ
 جائے۔“ عصمی کہہ کر فافٹ باقی کی میز صیال
 پار کر گئی، راعنہ کے چہرے پر دھمک کے
 ڈھیروں رنگ اتر آئے۔

☆☆☆

عفت کو مہندی لگائی گئی، خوب ڈھونڈ پر
 گانے گائے جارہے تھے، راعنہ نے لڑکیوں کے
 جھڑمٹ میں بیٹھی تالیاں بجا رہی تھی، وہ اٹھ کر
 عفت کے ساتھ تصویر بنا کر واپس اپنی جگہ پہ آ کر
 بیٹھنے لگی تھی، مگر اس کی جگہ پہ ایلا بیٹھی تھی، راعنہ
 نے ایک طرف پچھی کر سیوں کا رخ کیا اور وہاں
 بیٹھ گئی۔

”توبہ توبہ کیا زمانہ آ گیا، نہ شرم ہے اور نہ
 ہی حیاء، رشتہ طے ہونے یا منگنی ہونے کا یہ
 مطلب تھوڑی ہوتا ہے، بندہ ارد گرد کو ہی بھول
 جائے۔“ عصمی کی ممانی نے راعنہ کی جانب دیکھ
 کر بانگ دہل تبصرہ کیا، راعنہ کے چہرے پر
 پھلی مسکراہٹ مدھم سی ہوئی۔
 ”میں تو عشرت کو کہہ کر جاؤں گی، ہم بھی

ہو بیٹیوں والے ہیں، ایسی حرکتیں نہ ہمارے
 نامزدان میں ہوتی ہے اور نہ ہم ہونے دیں
 گے۔“ انہوں نے پاس بیٹھی راعنہ کی طرف دیکھ
 کر ہنکارا بھرا اور اٹھ کر اندر کمرے کی جانب بڑھ
 گئیں، راعنہ نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا، جہاں
 حازم اسے ہی دیکھنے میں مصروف تھا۔
 ”او تو ممانی مجھے سنا رہی تھیں۔“ راعنہ کا
 دل زور سے دھڑکا۔
 حازم بظاہر تو اپنے ماموں کے بٹے کے
 ساتھ باتوں میں مصروف تھا، لیکن وہ دیکھ کھٹکھٹ
 راعنہ کو ہی رہا تھا۔
 ”ارہہ اور اسد کتنے اچھے ہیں، وہ دونوں
 بھی تو سنگیتر ہیں مگر وہ تو یوں نہیں کرتے۔“ راعنہ
 نے خشکیں نظروں سے حازم کو دیکھا اور پاؤں
 سچ کر اندر کمرے میں چلی گئی۔
 اسے خود بھی حازم کی یہ حرکت ذرا بھر پسند
 نہیں آئی تھی، کمرے میں آ کر اس نے چوڑی
 اتاری اور اپنے ہینڈ بیگ میں رکھنے لگی۔
 دفعتاً اس کی نظر اپنے ہاتھ کی انگلی میں موجود
 رنگ پر پڑی، اس نے رنگ اتار کر وہ بھی اپنے
 ہینڈ بیگ میں رکھی۔
 ”اگر کسی نے پوچھ لیا یہ رنگ کہاں سے
 آئی، تو میں کیا جواب دوں گی۔“ راعنہ نے بڑبڑا
 کر بیگ کی زپ بند کی۔
 ”تم یہاں کیوں آ کر بیٹھ گئی ہو۔“ حازم کی
 آواز پر راعنہ کرنٹ کھا کر اچلی۔
 ”تم پھر یہاں آگئے۔“ راعنہ نے اسے
 گھورا۔
 ”دیکھو حازم مجھے بالکل بھی اچھی نہیں لگ
 رہا کہ تم یوں سر محفل مجھے دیکھو اور سب کو باتیں
 کرنے کا موقع ملے۔“ راعنہ نے رسائی سے
 کہا۔

”کون بات کرے گا اور کس نے بات کی
 بتاؤ مجھے۔“ حازم یک لخت غصے میں آیا۔
 ”حازم!“ راعنہ نے بے چارگی اور بے
 بسی سے اسے دیکھا۔
 ”ارہہ اور اسد بھی تو ہیں، وہ تو یوں نہیں
 کرتے۔“ راعنہ نے قد و پاند انداز میں کرتا جاپا۔
 ”پلیز راعنہ مجھے کسی سے کمپیئر مت کرو،
 میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تم میری سنگیتر ہو،
 میں تمہیں دیکھوں یا بات کرو، اس سے کسی کو کوئی
 مسئلہ نہیں ہونا چاہیے۔“
 ”اور جہاں تک اسد کی بات ہے وہ اس
 طرح سے ارہہ سے محبت نہیں کرتے ہوگا، جتنی
 میں تم سے محبت کرتا ہوں۔“ حازم نے شرارتی
 انداز میں راعنہ کی طرف دیکھا۔
 ”اب میں کیا کروں، تم لگ ہی اتنی پیاری
 رہی ہو، اب نظر تمہاری طرف ہی اٹھتی ہے، تو
 میں کیا کروں۔“ حازم نے بے بسی سے کہا، تو
 راعنہ پاؤں سچ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔
 ”اچھا سوری، اب نہیں دیکھتا۔“ حازم نے
 راعنہ کے برابر چلتے ہوئے سرگوشی کی اور آگے
 بڑھ گیا، راعنہ نے رک کر اس کی پشت کو اور،
 حازم نے مڑ کر راعنہ کی طرف دیکھا اور مسکرا کر
 کمرے سے باہر نکل گیا۔
 ”شکر ہے جان چھوٹی۔“ راعنہ نے دل
 میں شکر کیا اور مطمئن ہو کر عصمی کے پاس جا کر
 بیٹھ گئی۔

☆☆☆

”تم کہیں نہیں جا رہی، شرافت سے رک
 جاؤ۔“ عصمی نے چادر اوڑھتی راعنہ کو اپنی طرف
 کھینچا۔
 ”نہیں یار مجھے گھر جانا ہے۔“ راعنہ نے
 اپنی چادر کھینچی۔

”راعنہ!“ عصمی نے ناراضگی سے اس کی طرف دیکھا۔
 ”تم ایسے کرو اورسہ کو رکھ لو۔“ راعنہ نے ارسلہ کی جانب اشارہ کی۔
 ”جی نہیں مجھے تو معاف ہی رکھو، میں تو اپنے گھر جاؤں گی۔“ ارسلہ نے جھٹ سے صاف انکار کیا۔
 ”دیکھا وہ نہیں رک رہی، تم تو رک جاؤ۔“ عصمی نے راعنہ کی منت کی۔
 ”چلیں نا آئی بابا باہر کھڑے ویٹ کر رہے ہیں۔“ انیلانے آکر پیغام دیا۔
 ”اچھا کل ہال میں ملیں گے۔“ راعنہ نے چادر اوڑھتے ہوئے کہا۔
 ”کل بھی آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔“ عصمی نے جل کر کہا۔
 ”جی نہیں کل تو میں ضرور آؤں گی، ہاں اگر تم اپنی شادی میں نہیں بلانا چاہتی، تو اس میں نہیں آؤں گی۔“ راعنہ نے ہنس کر کہا۔
 ”عصمی اس سے اچھی کیا بات ہوگی مت آتا۔“ عصمی نے ادائے بے نیازی سے کہا۔
 ”او کے مرضی ہے جناب کی۔“ راعنہ نے کندھے اچکائے اور آگے بڑھ گئی۔
 ”کیسی لگ رہی ہوں۔“ راعنہ نے تیار ہو کر ارسلہ سے پوچھا، میروں اور گرے بکر کے کبھی نیٹن کی فراک میں سلیٹے سے میک اپ کیے گلے میں ہلکی سی چین، کانوں میں چمکتے آؤیزے، کمر تک آتے کالے سلی کٹے بالوں میں وہ نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی۔
 ”واؤ زبردست راعنہ۔“ ارسلہ نے ستائش بھری نظروں سے اسے دیکھا۔
 ”چلو تم بھی لپ اسٹک لگاؤ، ہری اپ۔“ راعنہ کہہ کر پلٹ کر اپنے شوژ نکالنے لگی۔

”چلو بچوں جلدی چلو دیر ہو رہی ہے۔“ فاخرہ بیگم نے باہر سے آواز لگائی۔
 ”چلیں امی۔“ وہ دونوں پانچ منٹ بعد ہی باہر نکل آئیں۔
 ”انیلا آ جاؤ۔“ ارسلہ نے چادر اوڑھتے ہوئے آواز لگائی اور کمرے لاک کرنے لگی۔
 ”واؤ راعنہ، زبردست۔“ عصمی کل کا غصہ بھول کر بے تابی سے راعنہ کی جانب بڑھی۔
 ”اور میں۔“ ارسلہ نے عصمی کو گھورا۔
 ”آپی آپ بھی بہت پیاری لگ رہی ہو، پوری کی پوری راعنہ آپی کی کاپی۔“ دینانے کہا تو وہ سب مسکرا دی۔
 ”اور میں کیسی لگ رہی ہوں۔“ ندا گھومی، اس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی بولتا، ندا خود ہی بول اٹھی۔
 ”لگ رہی ہوں نا میں عالیہ بھٹ جیسی۔“ اس نے بالوں کو ٹھیک کرتے ہوئے ایک اداسہ کہا۔
 ”آں ہاں، میں سمجھی تم کہنے لگی تھی، لگ رہی ہوں نا، جولیا رابرٹس جیسی اور آپی دیکھیں کتنی کہاں سوکھی سڑی عالیہ بھٹ پی۔“ دینانے ارسلہ کے ہاتھ پہ ہاتھ مارتے ہوئے ہنستے ہوئے کہا۔
 ”خبردار اگر کسی نے عالیہ بھٹ کو کچھ کہا تو۔“ ندانے انگلی اٹھا کر دھمکی دی۔
 ”اچھا اچھا جیسی بابا جنگ کا ٹیل مت بجاؤ، تم سیم عالیہ بھٹ جیسی ہی لگ رہی ہو، بلکہ عالیہ بھٹ ہی ہوں۔“ راعنہ نے آگے بڑھ کر میز فائر کروایا۔
 ”آپی پارلر سے کب تک آئیں گی۔“ ارسلہ نے عصمی کی جانب منہ کر کے پوچھا۔
 ”بس آنے ہی والی ہیں، تم لوگ بھی بیٹو،

ازرا مہانوں کو دیکھ لوں۔“ عصمی غلٹ میں کمری۔
 ”ارے تم۔“ حازم نے تیزی سے جاتے راعنہ کے پاس رکھا۔
 ”پلیز آج کچھ مت کہنا۔“ راعنہ نے منت کہا۔
 ”میں کل بھی ذرا بھی انجوائے نہیں کر پائی۔“ راعنہ نے منہ بسور کر کہا تو حازم ہنس دیا۔
 ”او کے جناب آپ کا حکم سر آنکھوں پی۔“ نے سینے پہ ہاتھ رکھ کر ذرا سا جھک کر کہا اور کزن کی جانب بڑھ گیا۔
 ”آج تو حازم بھائی بڑے پیارے اور لگ رہے ہیں۔“ ارسلہ نے حازم کے لئے کے بعد راعنہ کے کان میں کہا۔
 ”اور اسد کیسا لگ رہا ہے؟“ راعنہ نے نے سے آتے اسد کو دیکھ کر ارسلہ سے پوچھا۔
 ”ٹھیک ہی لگ رہا ہے۔“ ارسلہ نے منہ بنا لیا۔
 ”واؤ آج تو میری راہوں میں بڑے لوگ پھول لئے کھڑے ہیں۔“ اسد نے ان پوچھ کر ارسلہ کے ساتھ کھڑے ہو کر کہا۔
 ”جد میں، بعض اوقات پھول کے ساتھ گلا کی ہوتا ہے، یہ نا ہو سیدھا ہا پٹل پیچ کر ہی دم لئے۔“ ارسلہ نے کہنے پر اسد ایک دم سیدھا ہو یا، اس کے یوں ڈر کے مودب کھڑے ہوئے پر وہ سب کھٹکھٹا کر ہنس پڑیں۔
 ☆☆☆
 عفت پارلر سے آچکی تھی اور اس کے چند منٹ بعد ہی بارات بھی آگئی تھی، سب خوش تھے اور مطمئن بھی، عشرت بیگم اپنی سمدھن کے ساتھ لگی تھیں، جب ان کی بہن نے عشرت بیگم کو غائب کیا۔

”یہ لڑکا کون ہے؟“ جمال کی خالہ نے کہہ کر ہاتھ کے اشارے سے سامنے کھڑے حازم کی طرف اشارہ کیا۔
 ”کون بہن جی؟“ وہاں تین چار لڑکے کھڑے تھے، عشرت بیگم کچھ نہیں سکی وہ کس کے بارے میں پوچھ رہی ہیں۔
 ”وہ جس نے بلیک ٹوپس پہنا ہوا ہے۔“ عشرت بیگم نے ان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا، سامنے حازم پیٹ کی جبب میں ہاتھ ڈالے ڈھکی مسکراہٹ چہرے پر بجائے کھڑا تھا۔
 ”اچھا وہ، وہ تو میرا حازم ہے، میرا بڑا بیٹا۔“ عشرت بیگم مسکرا کر شاہدہ بیگم کی جانب چلی۔
 ”ماشاء اللہ بڑا پیارا لڑکا ہے، اللہ نظر بد سے بچائے، کیا کرتا ہے؟“ شاہدہ نے تعریف کرنے کے ساتھ ساتھ ایک اور سوال داغا۔
 ”ڈیکل ہے، ایڈوکیٹ حازم علی۔“
 ”اچھا اچھا۔“ شاہدہ بیگم نے پر سوچ نظروں سے حازم کی طرف دیکھا۔
 ”اصل میں ہم لوگ یہاں نہیں ہوتے۔“ وہ گہرا سانس لے کر عشرت بیگم کی جانب مڑی۔
 ”میرے دو بیٹے امریکہ میں سٹیل ہیں، میں میرے شوہر اور دو چھوٹے بیٹے میرے ساتھ اٹلی میں مقیم ہیں، میرے بیٹے نے لاسٹ ایئر ہی یہاں اپنا گھر بنوایا ہے۔“ عشرت بیگم نے زور زور سے اثبات میں سر ہلا دیا۔
 ”اصل میں میرے دو بیٹوں کی اور ایک بیٹی کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے، میری بڑی بیوہ فارز ہے اب میرا اور میرے شوہر کا ارادہ ہے، پاکستان ہی میں کوئی اچھی سی سلی مل جائے تو میں اپنے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں۔“
 ”اصل میں ہم دونوں میاں بیوی پاکستان

شفقت ہونا چاہتے ہیں، جو بات اپنے ملک اپنی مٹی کی ہے وہ کہیں کی بھی نہیں۔

”جی ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔“ عشرت نے اثبات میں سر ہلایا۔

”میں نے تو اپنے بیٹوں سے کہہ دیا ہے، جیسے جیسے کوئی اچھے لوگ ملیں گے، میں رشتے طے کر دوں گی، پھر تم جانو یا تمہاری بیویاں، یہاں رہنا ہوا یہاں رہ لیتا، سال دو سال بعد چھٹیوں پر چلے گئے، وہاں رہنا ہے تو بھی تم لوگوں کی مرضی، میں نے تو اپنی بیٹی سے بھی یہی کہہ دیا ہے، یہاں اپنے رشتے دار ہیں، ملنا جلتا ہے، اپنوں کے بچے الگ ہی خوشی ملتی ہے، میں اپنی بیٹی اور بیٹیوں کے لئے آج کل اچھے رشتے تلاش میں ہوں، فیملی میں تو بس آپا کا جمال ہی بچا تھا، جمال سے میری بیٹی کافی چھوٹی ہے، اس لئے جوڑ نہیں بنا، ورنہ انہوں سے بڑھ کر کیا ہوتا ہے۔“

”ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔“ عشرت بیگم، شاید بیگم سے حدود درجہ متاثر ہوئی دکھائی دے رہی تھیں، عشرت بیگم کو ان کی بات کا مقصد کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگا تھا، انہوں نے شاید بیگم کی آنکھوں میں حازم کے لئے ستائش دیکھ لی تھی۔

”چلیں ہم بعد میں فارغ ہو کر اس موضوع پر بات کریں گے، میں ذرا عفت سے مل آؤں، آج آپ آگئی تو پھر رسموں میں ملنے کا نام نہیں ملے گا۔“ عشرت بیگم کہہ کر برائیدل روم کی طرف بڑھی۔

”اگر عصمی کی بات بن جائے تو، کتنا ہی اچھا ہو جائے گا۔۔۔۔۔ اور حازم کی۔“ انہوں نے ہلکے بھر کو روک کر سوچا اور پھر سر جھٹک کر اندر داخل ہو گئیں۔

☆☆☆

”کیا آج میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔“

راعنہ گھوم گھوم کر خود کو آئینے میں دیکھ رہی تھی۔

”کیا میں اتنی خوبصورت ہوں کہ حازم مجھے اتنا چاہے۔“ راعنہ نے آگے ہو کر شیشے کی نظر آتے اپنے گس کو دیکھا، راعنہ کو کسی کی نظر کی پیش اپنے چہرے پر محسوس ہوئی، راعنہ گہرا کی شیشے کے سامنے سے ہنسی اور بیڑیہ آ کر بیٹھ گئی۔

اب تو حازم کا خیال بھی اس کی نظروں کے سامنے مجسم ہونے لگا تھا۔

”وہ آنکھیں، وہ مسکراہٹ، ابھی تو میں نے اتنا انور کیا ہے، تب بھی میں خود اس کی نگاہوں کے حصار میں اتنا مقید محسوس کر رہی ہوں۔“ راعنہ نے اپنے ہاتھ کو دیکھا۔

وہ رنگ اس کی انگلی میں تھی، حازم نے بہت استحقاق کے ساتھ وہ رنگ پہنائی تھی، یوں لگ رہا تھا، حازم اس کے قریب ہے، بے حد قریب، راعنہ شرمناک پرشت کے بل بیڑیہ پر گر گئی اور مسکرا کر چھت کی طرف نظریں مرکوز کر لیں۔

”میں بہت خوش نصیب ہوں، حازم جیسا انسان میرا شریک حیات بنے گا۔“ راعنہ آنکھیں بند کیے آنے والے دنوں کے بارے میں سوچ کر مسکرا رہی تھی، دفعتاً اس کے فون کی بیل ہوئی،

راعنہ نے پاس رکھے اپنے فون کی جانب دیکھا، بیل ایک بار بھرنج اٹھی، راعنہ نے ہاتھ بڑھا کر فون اٹھایا، سکرین پر حازم کا رنگ جگمگا رہا تھا، راعنہ نے عقیدت سے چند لمحے حازم کے نام کو دیکھا اور پھر فون آن کر کے اپنے کان سے لگا لیا۔

”کیا کر رہی تھی؟“ حازم نے بے تابانہ سے پوچھا۔

”کچھ نہیں۔“ راعنہ نے آہستگی سے کہا اور ہنس دی۔

”مجھے یاد کر رہی تھی نا۔“ حازم کے لیے

یقین بول رہا تھا۔

”تمہیں کیسے پتہ چلا؟“ راعنہ حیران

”تم میرے وجود کا حصہ ہو، مجھے خبر نہیں ہو کی پیش اپنے چہرے پر محسوس ہوئی، راعنہ گہرا کی شیشے کے سامنے سے ہنسی اور بیڑیہ آ کر بیٹھ گئی۔

اب تو حازم کا خیال بھی اس کی نظروں کے سامنے مجسم ہونے لگا تھا۔

”وہ آنکھیں، وہ مسکراہٹ، ابھی تو میں نے اتنا انور کیا ہے، تب بھی میں خود اس کی نگاہوں کے حصار میں اتنا مقید محسوس کر رہی ہوں۔“ راعنہ نے اپنے ہاتھ کو دیکھا۔

وہ رنگ اس کی انگلی میں تھی، حازم نے بہت استحقاق کے ساتھ وہ رنگ پہنائی تھی، یوں لگ رہا تھا، حازم اس کے قریب ہے، بے حد قریب، راعنہ شرمناک پرشت کے بل بیڑیہ پر گر گئی اور مسکرا کر چھت کی طرف نظریں مرکوز کر لیں۔

”میں بہت خوش نصیب ہوں، حازم جیسا انسان میرا شریک حیات بنے گا۔“ راعنہ آنکھیں بند کیے آنے والے دنوں کے بارے میں سوچ کر مسکرا رہی تھی، دفعتاً اس کے فون کی بیل ہوئی،

راعنہ نے پاس رکھے اپنے فون کی جانب دیکھا، بیل ایک بار بھرنج اٹھی، راعنہ نے ہاتھ بڑھا کر فون اٹھایا، سکرین پر حازم کا رنگ جگمگا رہا تھا، راعنہ نے عقیدت سے چند لمحے حازم کے نام کو دیکھا اور پھر فون آن کر کے اپنے کان سے لگا لیا۔

”کیا کر رہی تھی؟“ حازم نے بے تابانہ سے پوچھا۔

”کچھ نہیں۔“ راعنہ نے آہستگی سے کہا اور ہنس دی۔

”مجھے یاد کر رہی تھی نا۔“ حازم کے لیے

”کھول رہی ہوں، صبر نہیں ہوتا کیا؟“ راعنہ بیڈ سے اترتے ہوئے بولی اور دروازہ کھول دیا۔

”میں تم نے ابھی تک کپڑے چنچ نہیں کیے، تو دروازہ بند کر کے کیا کر رہی تھی۔“ ارسلہ نے استعجابیہ نظروں سے راعنہ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ابھی میرا کپڑے چنچ کرنے کا دل نہیں کر رہا۔“ راعنہ دوبارہ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے لا پرواہی سے بولی۔

”کیوں خیریت ہے؟“ ارسلہ نے راعنہ کو مشکوک نظروں سے دیکھا، اس کے مشکوک انداز پر راعنہ کو ہنسی آگئی۔

”بالکل خیریت ہے، تم کیا پولیس والوں کی طرح مجھے مشکوک نظروں سے دیکھ رہی ہو۔“ راعنہ نے کہہ کر اپنے ناخنوں سے نیل پینٹ ریپور کرنے لگی۔

”راعنہ تمہیں کیا ہوا ہے؟“ ارسلہ اس کے قریب کھسکی۔

”مطلب؟“ راعنہ نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

”تم واقعی میں اتنی پیاری ہو گئی ہو، یا مجھے لگ رہی ہو۔“ ارسلہ نے اس کے چہرے پر پھیلے الوہی جذبوں کی چمک اور دکتے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ارسلہ تمہیں اسد سے کتنی محبت ہے؟“ راعنہ نے ہاتھ میں پکڑا ریپور پیڈ ایک طرف رکھتے ہوئے ارسلہ سے سوال کیا۔

”یہ کیا سوال ہے؟“ ارسلہ شہنائی اور راعنہ کو گھورنے لگی۔

”جو میں پوچھ رہی ہوں اس کا جواب دو ذرا۔“ راعنہ نے ارسلہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے ضدی

”راعنہ!“ اب کے ارسلہ چلائی۔

لجے میں کہا۔
”پتا نہیں یار کبھی سوچا نہیں اس بارے میں،
بابا اور امی نے رشتہ طے کر دیا اور میں نے اچھی
بٹیوں کی طرح سر جھکا دیا۔“ ارشد نے کندھے
اچکاتے ہوئے کہا، دفعتاً اس کی نظر راعنہ کی انگلی
میں موجود رنگ پر پڑی۔

”واؤ بہت پیاری ہے، کہاں سے لی۔“
ارشد نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اشتیاق بھرے
لجے میں پوچھا۔
”حازم نے دی ہے۔“ راعنہ نے شرمندہ
ہوتے ہوئے آنکھوں سے کہا۔

”کیا؟“ ارشد باقاعدہ چلائی۔
”ایک تو تم ہر بات میں چلائی بہت ہو۔“
راعنہ اس پر بکڑی۔

”اچھا سوری نا۔“ ارشد نے جھٹ سے
اپنے کان پکڑ لئے۔
”کب دی ہے؟“

”پرسوں دی تھی۔“ راعنہ نے محبت بھرے
لجے میں کہا۔

”پرسوں کی تمہارے پاس ہے اور تم نے
مجھے بتایا ہی نہیں۔“ ارشد نے شکوہ کیا۔

”وہ میں نے ہینڈ بیک میں رکھ دی تھی، یاد
نہیں رہا تھا۔“ راعنہ شرمندہ ہوئی۔

”اچھا اس کو چھوڑو تا تم میری بات کا جواب
دو۔“ راعنہ نے ارشد کا ہاتھ تھام کر پھر سے اپنی
بات دوہرائی۔

”کچھ باتوں کے جواب نہیں ہوتے مائی
ڈیر سسٹر۔“ ارشد نے فلسفیانہ انداز میں کہا اور
پاؤں بیڈ کے اوپر رکھ کر گود میں تکیہ کر بیٹھ گئی۔

”تم بکواس کر رہی ہو، مجھے پتا ہے، تم اسد
سے بہت محبت کرتی ہو اور وہ بھی تم سے محبت کرتا
ہے، وہ جب بھی اسلام آباد سے آتا ہے تم سے مل

کر ضرور جاتا ہے۔“

”پھر تم دونوں شو کیوں نہیں کرتے؟“
محبت کو، اپنے جذباتوں کو لفظوں کا پیرا بن کر
نہیں پہناتے، حازم تو مجھ سے ہر بار.....“
نے بات ادھوری چھوڑ دی، ارشد خاموشی
اسے دیکھنے لگی۔

”میرا مطلب ہے، اگر اسد اپنے جذبات
اظہار کر دیتا ہے تو تم کیوں اسے محبت کا مان کر
دیتی، تم کیوں شو نہیں کرتی، کہ تمہیں بھی اس
محبت ہے۔“ ارشد اس کی بات پر مسکرا دی۔
”جواب دو نا۔“ راعنہ اس کی ہنسی پر پڑ
گئی۔

”اپنی اپنی عادت ہوتی ہے۔“
”راعنہ مجھے لگتا ہے کچھ ان کی باتوں میں
زیادہ مزہ ہوتا ہے، وہ میرا ہے، یہ احساس کا
ہے۔“

”باتیں کرنے سے اور کچھ بتانے
زیادہ مجھے آگئی، باتوں میں زیادہ چارم
ہوتا ہے، اسد کا عام سا انداز اسے میری نظر
میں بہت خاص بنا دیتا ہے۔“

”مجھے اچھا لگتا ہے اس کا انتظار کرنا۔“
”وہ جب خود آتا ہے نا، تو یقین مانو
یوں لگتا ہے میں بہت اہم ہوں، یہی تو وہ بنا
میرے دل کی پکار ہے آتا ہے، اسد مجھ سے
محبت کرتا ہے، یہ اس کا ہر انداز بتاتا ہے،
مجھے فون کر کے، میسجز کر کے بتانے کی ضرور
نہیں اور شاید مجھے بھی، محبت کی اپنی ہی زبان
ہوتی ہے، محبت لفظوں کی محتاج نہیں ہوتی، زنا
میں اگر اسد نہیں تو کچھ بھی نہیں، بس میری اتنی
محبت ہے۔“ ارشد کی آنکھوں میں لاتعداد
چمک رہے تھے، راعنہ تجویت سے اسے دیکھنے
”تم نے تو محبت کا فلسفہ ہی بدل دیا ارشد

محبت کو اظہار کے پادل پانی کی صورت میں نہ
پرہیں، محبت کھلا جاتی ہے، مرجھا جاتی ہے، اظہار
کے بھی کئی انداز ہوتے ہیں، کچھ لوگ بول کر اپنی
محبت کا یقین دلاتے ہیں اور کچھ لوگ دوسرے
کے دل میں عام سے انداز میں ڈھیروں گلاب
بھردیتے ہیں۔“ ارشد نے جذب سے کہا۔
”وہ کیسے؟“ راعنہ نے استغیاب لہجے میں
پوچھا۔

”اسد کا آنا، بات بات میں مجھے تنگ کرنا،
پلا قصد میری بات کا ثنا، مگر اس کی آنکھیں تو کسی
اور ہی جذبے کو عیاں کرتی ہیں، محبت عام سے
انداز میں میرے دل میں وحی کی مانند اترتی چلی
جاتی ہے، الہام کی مانند میرے کانوں میں رس
ٹھوکتی ہے اور محبت میں الہام یونہی ٹھوڑی ہوا
کرتے ہیں، اس کے لئے بیش قیمت جذبوں کی
ضرورت ہوتی ہے، ہر لالچ سے پاک جذبے
ہوں، تو محبت الہام کی صورت دل میں، روح
میں اترتی چلی جاتی ہے، میری کائنات میں اسد
نہیں تو میری کائنات بے رنگ ہے۔“ ارشد
آنکھیں بند کیے جذب کے عالم میں کہہ رہی
ہے۔

راعنہ رشک سے اسے دیکھ رہی تھی، محبت کی
الوہی چمک نے ارشد کے چہرے پر الگ ہی
حکمکت بخش دی تھی۔

ارشد نے آنکھیں کھول کر راعنہ کو دیکھا جو
ایک ٹک اسے ہی دیکھے جا رہی تھی۔
”کیا ہوا؟“ ارشد بزل سی ہوئی۔

”تم تو بڑی چھپی رزم ہوارشد۔“ راعنہ نے
سر جھٹک کر ہنستے ہوئے کہا۔

”بس جی ہم تو ایسے ہی ہیں، مگر کبھی غور
نہیں کیا۔“ اس نے ہنستے ہوئے فرضی کار
بجھاڑے۔

”ارشد! چند ساعتوں کی خاموشی کے بعد
راعنہ نے اسے پکارا۔
ارشد جو ٹکے کے نیچے سے ڈائجسٹ نکال
رہی تھی، راعنہ کی آواز پر اپنا رخ اس کی جانب
کیا۔
”ہاں بولو کیا ہوا ہے؟“ ارشد نے اس کے
ہاتھ تھامے۔

”ارشد مجھے حازم سے محبت نہیں، عشق
ہونے لگا ہے، مجھے لگتا ہے مجھے ان کے گھر نہیں
جانا چاہیے تھا، دس سال کی تنگنی ایک طرف مگر یہ
چند دن مجھے بکسر بدل گئے ہیں، مجھے پہلے ڈرم
نہیں لگتا تھا، مگر اب بہت ڈر لگنے لگا ہے۔“ راعنہ
نے آنکھوں سے کہا۔

”کیوں ڈر کیوں؟ اور کس بات کا ڈر۔“
ارشد نے راعنہ کا چہرہ اوپر اٹھایا، اس کی آنکھیں
آنسوؤں سے لبالب بھری ہوئی تھیں۔

”اب میں حازم کے بنا نہیں رہ سکتی ارشد،
مگر پتا نہیں کیوں ایک خوف سا میرے دل کو جکڑ
رہا ہے۔“ راعنہ رونے لگی۔

”ارے پاگل ہو گئی ہو کیا راعنہ تم۔“ ارشد
نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے اپنے گلے
سے لگا لیا۔

”اس کی محبت نے مجھے صندل تو کر دیا ہے
ارشد، مگر اس کے بے تابانہ اظہار محبت نے مجھے
ڈر پوک بھی بنا دیا ہے، تم دعا کرنا میری خوشیوں
کو، میری محبت کو کسی کی نظر نہ لگے، ورنہ میں مر
جاؤں گی ارشد۔“ راعنہ نے ارشد کے ہاتھ تھام
کر منت آمیز لہجے میں کہا۔

”خدا نہ کرے، کسی کی بری نظر تمہیں یا تم
دونوں کی محبت کو لگے۔“ ارشد نے اس کے آنسو
صاف کرتے ہوئے کہا۔

”چلو تم اٹھ کر کپڑے چن کر لو، میں چائے

بنا کر لاتی ہوں، پھر دونوں مل کر غصت آپنی کی پاس دیکھتے ہیں۔“ ارسلہ نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔
”ٹھیک ہے۔“ راعنہ نے سر ہلایا اور بیڈ سے نیچے اتر آئی۔

☆☆☆

غیر متوقع بارشوں نے موسم یک لخت ہی سرور کر دیا تھا، سورج اب آگ تو نہیں برساتا تھا لیکن اس کی کرنوں کی پیش بھی قابل برداشت نہیں تھی، لیکن۔

آج آسمان سے برسی بارشوں کی کن من نے سورج کی ساری اکڑفوں نکال دی تھی۔ بدلے موسم کی طرح راعنہ کی زندگی بھی بدلی، اسے جاب کیا ملی، جیسے کوئی خزانہ مل گیا ہو، کچھ کرنے کا عزم اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی تک دوڑ جاری تھی۔

بھانگتی دوڑتی زندگی میں بھی حازم کی یاد ہر لمبے اس کے ساتھ رہتی، دن میں وہ ایک بار لازمی حازم سے فون پر بات کرتی تھی اور جس دن اس کی بات نہ ہو پانی، یوں لگتا دن اختتام پذیر ہی نہیں ہوگا۔

اسی دوران فاخرہ بیگم نے مختار صاحب کی ایما پر عشرت بیگم سے راعنہ کی رخصتی کی بات دے بے لفظوں میں کئی بار کی، لیکن عشرت بیگم کی عجیب و غریب شرط پر ہکا بکارہ گئیں۔

”اب روز روز تو نہیں نا، میں مہمانوں کو بلاتی اور لے جاتی رہوں گی۔“ حازم اور عیسیٰ کی ایک ساتھ ہی کروں گی، تاکہ بھولے آؤں اور بچی کو رخصت کر دوں، عشرت بیگم نے نخوت بھرے انداز میں کہا، فاخرہ بیگم کہنا تو چاہتیں تھیں، غصت کی بار بھی انہوں نے اشارہ دیا تھا، مگر تب بھی انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

مگر فاخرہ یہ صرف سوچ سکیں تھیں کہ نہیں سکی تھیں، انہوں نے گہرا سانس لے کر اپنے پانی مانعہ سوالوں کا گلابی گھونٹ دیا، اب وہ ان کے حسی اور دو ٹوک لہجے پہ کیسے کہتی، وہ بھی اپنی بیٹیوں کے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتیں ہیں، فاخرہ بیگم نے زبردستی مسکرا کر چائے کا کپ لیوں سے لگا لیا۔

”کتنے دن ہو گئے ہیں نا آپنی نہ تو تالی جان کے گھر سے کوئی آیا اور نہ ہی ہم میں سے کوئی ان کی طرف گیا۔“ انیلا نے افسردگی سے نیلے آسمان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ٹھیسٹ کی کاپیاں چیک کرتی راعنہ نے سر اٹھا کر انیلا اور پھر ارسلہ کو دیکھا، وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائیں۔

”راعنہ یہ اپنی چھوٹی سی چڑیا بھی نا، ایسے خاصے خوشگوار موسم میں موڑ خراب کرنے میں باسٹر ہوتی جا رہی ہے۔“ ارسلہ نے انیلا کے سر پہ ہلکی سی چپت لگاتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

”بھلا دھیمی دھیمی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے، اکتوبر کا آخر ہو، اس موسم میں اداس ہونے اور اداس کرنے کا کوئی بھی تکبنتی ہے کیا؟“

”تمہیں تو کہنا چاہیے، ہائے آپنی اتنا پیارا موسم ہو رہا ہے، نہ تو آگس کریم ہے اور نہ ہی کوئی برگر، شو مارا۔“ ارسلہ کے انداز پہ انیلا کے ساتھ راعنہ بھی مسکرا دی۔

”واقعی آپنی موسم تو بہت پیارا ہو رہا ہے۔“ انیلا نے سر اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھا، جہاں بادلوں کی ٹنگریاں آنکھ پجھکی کھیل رہی تھیں۔

”بھئی سورج چھب دکھلانے لگا تو کبھی بادلوں کی چادر اوڑھ لیتا، آپنی آپ کو نہیں لگتا، یہ دھیمی ٹھنڈی ہوا پاس سے گزرتی کوئی سرگوشی میں

پیغام دیتی ہوئی گزر رہی ہے۔“ انیلا نے ارسلہ کے قریب جھک کر سوال کیا۔

”اچھا جی کیا پیغام دے کر جا رہی ہے؟“ راعنہ نے ہنستے ہوئے کاپیاں سینٹے ہوئے احتجاجی نظروں سے انیلا کی جانب دیکھا۔

”یہ ٹھنڈی ٹھنڈی مست ہوا کہہ رہی ہے، اگر ہم اتنے سہانے موسم میں باہر آؤنگ کے لئے نہیں جاسکتے تو ارسلہ آپنی کوکھن کے بجائے کچن میں موجود ہونا چاہیے، تاکہ وہ اپنی بہنوں کے لئے اپنے پیارے ہاتھوں سے پکڑے اور چائے بنا کر لائیں ساتھ میں پودے کی چٹنی ہو تو مزہ

دوبالا ہو جائے گا، تاکہ ہم مزے لے کر کھائیں اور ارسلہ آپنی کی خوب تعریفوں کے ساتھ ڈھیروں دھائیں بھی، ان کے دامن میں ڈال سکیں۔“ انیلا نے معصومیت کے ریکارڈ توڑتے ہوئے کہا۔

”ضرور میں تمہیں بنا کر دیتی ہوں، چلو تم اور راعنہ جاؤ اور کچن میں جا کر یہ کار خیر انجام دو۔“

”غضب خدا کا اس گھر کی میں ہی ماننا ماں ہوں۔“ ارسلہ کہتے ہوئے قافٹ پلنگ لپٹ گئی۔

”چلو تم بھی کیا یاد رکھو گی، ہم دونوں بنا اتے ہیں۔“ راعنہ نے جھک کر اپنے پاؤں میں لپیر پہنا اور اٹھ کھڑی ہوئی، انیلا ابھی اس کی معیت میں کھڑی ہو گئی۔

”ارے رکو مجھے بھی لے چلو میں یہاں کی لیٹ کر کیا کروں گی۔“ ارسلہ نے دہائی دی اور ان کے پیچھے پیچھے کچن میں چلی آئی، پھر توجہ اس کا طوقان آیا تھا، کہ الامان الخلیفہ، اس ہنسی کے طوقان کو فاخرہ بیگم کی غصے بھری آواز نے

”ارے رکو مجھے بھی لے چلو میں یہاں کی لیٹ کر کیا کروں گی۔“ ارسلہ نے دہائی دی اور ان کے پیچھے پیچھے کچن میں چلی آئی، پھر توجہ اس کا طوقان آیا تھا، کہ الامان الخلیفہ، اس ہنسی کے طوقان کو فاخرہ بیگم کی غصے بھری آواز نے

”ارے رکو مجھے بھی لے چلو میں یہاں کی لیٹ کر کیا کروں گی۔“ ارسلہ نے دہائی دی اور ان کے پیچھے پیچھے کچن میں چلی آئی، پھر توجہ اس کا طوقان آیا تھا، کہ الامان الخلیفہ، اس ہنسی کے طوقان کو فاخرہ بیگم کی غصے بھری آواز نے

”ارے رکو مجھے بھی لے چلو میں یہاں کی لیٹ کر کیا کروں گی۔“ ارسلہ نے دہائی دی اور ان کے پیچھے پیچھے کچن میں چلی آئی، پھر توجہ اس کا طوقان آیا تھا، کہ الامان الخلیفہ، اس ہنسی کے طوقان کو فاخرہ بیگم کی غصے بھری آواز نے

”ارے رکو مجھے بھی لے چلو میں یہاں کی لیٹ کر کیا کروں گی۔“ ارسلہ نے دہائی دی اور ان کے پیچھے پیچھے کچن میں چلی آئی، پھر توجہ اس کا طوقان آیا تھا، کہ الامان الخلیفہ، اس ہنسی کے طوقان کو فاخرہ بیگم کی غصے بھری آواز نے

”ارے رکو مجھے بھی لے چلو میں یہاں کی لیٹ کر کیا کروں گی۔“ ارسلہ نے دہائی دی اور ان کے پیچھے پیچھے کچن میں چلی آئی، پھر توجہ اس کا طوقان آیا تھا، کہ الامان الخلیفہ، اس ہنسی کے طوقان کو فاخرہ بیگم کی غصے بھری آواز نے

”ارے رکو مجھے بھی لے چلو میں یہاں کی لیٹ کر کیا کروں گی۔“ ارسلہ نے دہائی دی اور ان کے پیچھے پیچھے کچن میں چلی آئی، پھر توجہ اس کا طوقان آیا تھا، کہ الامان الخلیفہ، اس ہنسی کے طوقان کو فاخرہ بیگم کی غصے بھری آواز نے

”ارے رکو مجھے بھی لے چلو میں یہاں کی لیٹ کر کیا کروں گی۔“ ارسلہ نے دہائی دی اور ان کے پیچھے پیچھے کچن میں چلی آئی، پھر توجہ اس کا طوقان آیا تھا، کہ الامان الخلیفہ، اس ہنسی کے طوقان کو فاخرہ بیگم کی غصے بھری آواز نے

”ارے رکو مجھے بھی لے چلو میں یہاں کی لیٹ کر کیا کروں گی۔“ ارسلہ نے دہائی دی اور ان کے پیچھے پیچھے کچن میں چلی آئی، پھر توجہ اس کا طوقان آیا تھا، کہ الامان الخلیفہ، اس ہنسی کے طوقان کو فاخرہ بیگم کی غصے بھری آواز نے

”ارے رکو مجھے بھی لے چلو میں یہاں کی لیٹ کر کیا کروں گی۔“ ارسلہ نے دہائی دی اور ان کے پیچھے پیچھے کچن میں چلی آئی، پھر توجہ اس کا طوقان آیا تھا، کہ الامان الخلیفہ، اس ہنسی کے طوقان کو فاخرہ بیگم کی غصے بھری آواز نے

”ارے رکو مجھے بھی لے چلو میں یہاں کی لیٹ کر کیا کروں گی۔“ ارسلہ نے دہائی دی اور ان کے پیچھے پیچھے کچن میں چلی آئی، پھر توجہ اس کا طوقان آیا تھا، کہ الامان الخلیفہ، اس ہنسی کے طوقان کو فاخرہ بیگم کی غصے بھری آواز نے

”ارے رکو مجھے بھی لے چلو میں یہاں کی لیٹ کر کیا کروں گی۔“ ارسلہ نے دہائی دی اور ان کے پیچھے پیچھے کچن میں چلی آئی، پھر توجہ اس کا طوقان آیا تھا، کہ الامان الخلیفہ، اس ہنسی کے طوقان کو فاخرہ بیگم کی غصے بھری آواز نے

”ارے رکو مجھے بھی لے چلو میں یہاں کی لیٹ کر کیا کروں گی۔“ ارسلہ نے دہائی دی اور ان کے پیچھے پیچھے کچن میں چلی آئی، پھر توجہ اس کا طوقان آیا تھا، کہ الامان الخلیفہ، اس ہنسی کے طوقان کو فاخرہ بیگم کی غصے بھری آواز نے

”ارے رکو مجھے بھی لے چلو میں یہاں کی لیٹ کر کیا کروں گی۔“ ارسلہ نے دہائی دی اور ان کے پیچھے پیچھے کچن میں چلی آئی، پھر توجہ اس کا طوقان آیا تھا، کہ الامان الخلیفہ، اس ہنسی کے طوقان کو فاخرہ بیگم کی غصے بھری آواز نے

ٹھیک ہیں اور کہاں گم ہیں سب کے سب؟ نہ کوئی فون کال نہ ہی کوئی آیا۔ راعنہ نے شکوہ کیا۔

”سب ٹھیک ہیں آپ، بس ذرا بڑی تھے، میں نے آپ کو ایک گڈ نیوز سنانے کے لئے فون کیا ہے؟“ دینا چٹکی۔

”اچھا جی کون سی گڈ نیوز ہے۔“ راعنہ اس کے شونہ لہجے پر مسکرائی۔

”معنی آپ کی بیٹا ہوا ہے۔“ دینا کے لہجے میں خوشی ہی چھپا رہی۔

”اچھا مبارک ہو، پھر تو بہت بہت کب ہوا، کیا ہے؟“ راعنہ نے خوش ہوتے ہوئے ایک ہی سانس میں سارے سوال کر ڈالے۔

”بہت بہت پیارا ہے آپ اور صبح ہوا تھا۔“ دینا نے فخریہ لہجے میں کہا۔

”صبح ہوا تھا اور تم اب بتا رہی ہو۔“ راعنہ نے دیوار گیر وال کلاک کی جانب دیکھ کر حیرت سے استفسار کیا، جہاں گھڑی کی سوئیاں ساڑھے چھ بج رہی تھیں، نہ جانے کیوں راعنہ کا دل ایک دم اداس سا ہو گیا۔

”کام میں بڑی تھے، اسی لئے بتا نہیں سکے، اچھا آپ سب کو بتا دینا اور سب کو سلام بھی کہنا۔“ دینا نے جگت بھرے لہجے میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔“ راعنہ نے آہستہ سے کہا اور فون بند کر دیا۔

”دینا تو ہر وقت ہوا کے گھوڑے پہ سوار رہتی ہے۔“ راعنہ نے ارسلہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا اور سر جھٹک فون سینٹرل ٹیبل پر رکھا، ارسلہ ابھی بھی اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔

”معنی آپ کی بیٹا ہوا ہے۔“ راعنہ نے ارسلہ کو مطلع کیا۔

”جی آپ!۔“ کمرے میں داخل ہوتی انیلا نے خوشی سے چلا کر کہا۔

”آپ کی بیٹا ہوا ہے؟“ راعنہ نے ارسلہ سے سوال کیا۔

”کیا ہوا ہے مجھے؟“ ارسلہ نے اٹا راعنہ سے سوال کیا۔

”عفت آپ کی بیٹا ہوا ہے تمہیں خوشی نہیں ہوئی۔“ راعنہ نے ارسلہ کے سپاٹ چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”آپ کی بیٹا ہوا ہے؟“ انیلا نے اشتیاق بھرے لہجے میں راعنہ سے پوچھا، راعنہ اس کی بے تابی پر مسکرائے بغیر نہیں سکی۔

”جلدی سے میرا ہینڈ بیگ لاؤ، ضرور عصمی نے ڈھیروں کالز کے ساتھ ساتھ سینکڑوں کالیں لکھنے کے بعد عفت آپ کی بیٹی کی پکس وائس ایپ کی ہوں گی۔“ راعنہ کے کہنے پر انیلا جلدی سے اس کا ہینڈ بیگ اٹھا آئی تھی۔

راعنہ نے اپنا سیل فون نکالا اور سکرین لاک آن کیا، تو وہاں نہ تو عصمی کی کوئی فون کال تھی اور نہ ہی کوئی میسج، راعنہ نے ڈیپریویشن آن کر کے وائس ایپ آن کیا، تو وہاں بھی عصمی نے کوئی پک یا میسج نہیں کیا ہوا تھا۔

”کام میں بڑی ہو گی۔“ راعنہ نے سر جھٹک کر خود کو تسلی دی اور فاخرہ بیگم کو بتانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”تم کہاں جا رہی ہو؟“ ارسلہ نے پاؤں میں چپل اڑتی راعنہ سے پوچھا۔

”امی کو بتا کر آتی ہو۔“ راعنہ نے کہا اور دوپٹہ ٹھیک کرتی ہوئی فاخرہ بیگم کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

☆☆☆

”تمہیں کیا ہوا ہے ارسلہ؟“ فاخرہ بیگم اور انیلا بختیار صاحب کے ساتھ مبارک باد دینے اور بچے کو دیکھنے گئے ہوئے تھے۔

راعنہ اور ارسلہ ڈی لاؤنچ میں بیٹھی تھیں، جب راعنہ نے ارسلہ سے سوال کیا۔

”کیا ہوا ہے مجھے؟“ ارسلہ نے اٹا راعنہ سے سوال کیا۔

”عفت آپ کی بیٹا ہوا ہے تمہیں خوشی نہیں ہوئی۔“ راعنہ نے ارسلہ کے سپاٹ چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”آپ کی بیٹا ہوا ہے؟“ انیلا نے اشتیاق بھرے لہجے میں راعنہ سے پوچھا، راعنہ اس کی بے تابی پر مسکرائے بغیر نہیں سکی۔

”جلدی سے میرا ہینڈ بیگ لاؤ، ضرور عصمی نے ڈھیروں کالز کے ساتھ ساتھ سینکڑوں کالیں لکھنے کے بعد عفت آپ کی بیٹی کی پکس وائس ایپ کی ہوں گی۔“ راعنہ کے کہنے پر انیلا جلدی سے اس کا ہینڈ بیگ اٹھا آئی تھی۔

راعنہ نے اپنا سیل فون نکالا اور سکرین لاک آن کیا، تو وہاں نہ تو عصمی کی کوئی فون کال تھی اور نہ ہی کوئی میسج، راعنہ نے ڈیپریویشن آن کر کے وائس ایپ آن کیا، تو وہاں بھی عصمی نے کوئی پک یا میسج نہیں کیا ہوا تھا۔

”کام میں بڑی ہو گی۔“ راعنہ نے سر جھٹک کر خود کو تسلی دی اور فاخرہ بیگم کو بتانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”تم کہاں جا رہی ہو؟“ ارسلہ نے پاؤں میں چپل اڑتی راعنہ سے پوچھا۔

”امی کو بتا کر آتی ہو۔“ راعنہ نے کہا اور دوپٹہ ٹھیک کرتی ہوئی فاخرہ بیگم کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

لطف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”خوشی۔“ ارسلہ رکی۔

”ہاں ہوئی ہے خوشی۔“ ارسلہ کہہ کر پھر سے بیچ کرنے لگی۔

”تم ایسے بی ہو کیوں کر رہی ہو؟“ راعنہ نے نا سمجھی سے اس کے روکھے انداز اور لہجے کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”تو کیسے بی ہو کروں، ایک ٹانگ پہ کھڑی ہو کر ناچو، ہنسوں فقہے لگاؤں کیا کروں؟“ ارسلہ نے تیز لہجے میں کہا۔

راعنہ لب بٹھینے سے دیکھتی رہی۔

”تم سب یا مل ہو، مگر میں نہ تو جذباتی ہوں اور نہ ہی یا مل۔“ ارسلہ نے رخ موڑ کر راعنہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر دوبارہ سے اپنا رخ فی وی کی جانب موڑ لیا۔

”میں تمہاری بات سمجھ نہیں پا رہی ہوں، تم کیا کہنا چاہتی ہو۔“ ارسلہ کے ہاتھ سے ریوٹ جین کر راعنہ نے فی وی آف کر دیا۔

”پلیز راعنہ میرے پاس فالتو باتوں کو دیکس کرنے کے لئے بالکل بھی ٹائم نہیں ہے، فی وی آن کرو مجھے ڈرامہ دیکھنا ہے۔“ ارسلہ نے سخت لہجے میں کہا۔

”تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔“ راعنہ نے ریوٹ اس کے ہاتھ پہ رکھا اور غصے سے پاؤں پختی اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گئی، ارسلہ نے لا پرواہی سے کندھے اچکا کر فی وی آن کر لیا اور ڈرامہ دیکھنے لگی۔

☆☆☆

”امی آپ ارسلہ سے پوچھیں اسے کیا ہوا ہے؟“ وہ لوگ واپس آئے تو راعنہ فاخرہ بیگم کو اپنے اور ارسلہ کے مشترکہ کمرے میں لے آئی۔

”کیا ہوا ہے؟“ فاخرہ بیگم نے نا سمجھی سے

پہلے راعنہ اور پھر ارسلہ کو دیکھا، جو کہ اب موبائل میں گیم کھیلنے میں مصروف تھی۔

”امی جب سے دینا کا فون آیا ہے تب سے اس کا عجیب سا رویہ ہو رہا ہے، اس سے پوچھیں، کیا بات ہے؟“

”کیا بات ہے، ارسلہ کیوں ایسے کر رہی ہو؟“ فاخرہ بیگم نے رسائیت سے کہتے ہوئے بیڈ پہ بیٹھے ہوئے ارسلہ سے پوچھا۔

ارسلہ نے سیل فون ایک جانب رکھا اور راعنہ کو حسیں نظروں سے گھورتی رہی۔

”اسے کیوں گھور رہی ہو؟ میں پوچھ رہی ہوں، مجھے بتاؤ راعنہ نے بھی کہتی، میں نے خود تم سے بات کر لی تھی۔“ فاخرہ بیگم نے گہرا سانس لے کر کہا۔

”آپ بابا کے ساتھ کیوں گئیں تھیں، ہاتھ میں انیلا کو بھی لے گئیں۔“ ارسلہ نے حلقی بھرے لہجے میں کہا۔

”انہوں نے ایک فون کال کی اور بس آپ چل پڑی، کسی بڑے نے اطلاع دی، کسی بڑے نے فون کیا تھا لے کر دینا سے فون کروا دیا۔“ ارسلہ نے سر جھٹک کر کہا۔

”میں تمہاری بات سمجھ نہیں رہی ہوں، جس نے بھی فون جس سے بھی کروایا، انہوں نے اپنا فرض پورا کر دیا تھا۔“ فاخرہ بیگم نے رسائیت سے کہا۔

”امی آپ لوگوں نے انکار رویہ نہیں دیکھا، یا پھر آپ سب جان بوجھ کر انجان بن رہے ہیں۔“ ارسلہ نے اپنے دائیں جانب بیٹھی راعنہ کی طرف رخ کر کے دیکھا، وہ سپاٹ نظروں اور چہرے سے ارسلہ کو ہی دیکھ رہی تھی۔

”جب سے غمی آپ کی شادی ہوئی ہے، وہ سب خود کو نہ جانے کیا سمجھنے لگے ہیں۔“

2023 اگست

165

صبا

2023 اگست

164

صبا

”ہمارے گھر میں اتنے ماہ میں ان کے گھر سے کون آیا ہے یا تائی آئے، حازم بھائی آئے، یا پھر مسمیٰ وغیرہ میں سے کوئی آیا، صرف اسد آیا ہے، وہ بھی تین چار بار جب وہ لوگ ہمارے گھر نہیں آتے تو ہم لوگ کیوں جاسیں، غنی آپنی کا بیٹا ہوا غیروں کی طرح جب عام ملاطلاح دے دی، حازم بھائی نے نئی گاڑی لی، سارے رشتے داروں میں دھوم مچ گئی۔“

”بس ہم ہی بے خبر رہے، اونہ بڑے آئے تو دو لیے کیس کے۔“ ارشد نے سخر سے سر جھٹک کر کہا۔

”بیٹا اگر تمہیں اس بات کا غصہ ہے، تو یہ غلط بات ہے، یہ تو کوئی بڑی بات نہیں اگر حازم نے گاڑی لی اور ہمیں نہیں بتایا، تو ان کی مرضی ہے، خوشیاں تو بانٹنے سے بڑھتی ہیں، وہ اپنی خوشی نہیں شہر کرنا چاہتے تو اس میں خد کیسی۔“

”اور جہاں تک بات گھر نہ آنے کی ہے، بیٹا ہر کوئی ہی کسی نہ کسی کام میں مصروف ہے، کوئی غرمعاش میں تو کوئی گھر کے گورکھ دھندوں میں، اگر جیسے آئے تو ہم کون سا ان کی طرف گئے، تم سچی بار چلی گئیں، آج انہوں نے اپنی خوشی کا منانے کے لئے فون کیا۔“

”تو کیا میں اس موقع پر ناراضگی دکھائی، شکوے، شکایت کرتی، شکوؤں کے لئے اور کوئی وقت مل جائے گا، خوشیاں تو پہلے ہی دامن میں سوچ سمجھ کر کھجی کر کے آتی ہیں۔“

”اور ہم شکوے کر کے ان کا مزہ کر کر کر دیتے ہیں، خوشیوں کو خوشیوں کے وقت ہی مناؤ اور پانی سب گئے شکوے بعد کے لئے اٹھا رکھ دو۔“

”لیکن ای! ارشد نے کچھ کہنا چاہا۔“

”میری بات سنو ارشد۔“ فاخرہ بیگم نے

ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روکا۔

”جہاں اپنائیت، خلوص اور رشتہ داری ہو بیٹا، وہاں چھوٹی چھوٹی باتوں کے پتھروں کو نظر انداز کرنے یا پھر راہ سے ہٹا دینے میں ہی بھلائی ہوتی ہے، اگر دل میں ذرا ذرا سی باتوں کی بدگمانی کو جگہ دوگی، تو بدگمانی کے ڈھیر لگ جائیں گے اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی بدگمانی یا تو رشتوں کو دیمک زدہ کر دیتی ہے یا پھر رشتوں کی کشش ہی ڈوب جاتی ہے۔“

”وہ تمہارے تایا کا گھر ہی نہیں تمہارا سرال بھی ہے۔“ فاخرہ بیگم نے نرم انداز میں ارشد کو سمجھانا چاہا۔

”پلیز امی میں تنگ آ گئی ہوں، آپ کی ہر بات کے آخر میں یہ ہی بات ہوتی ہے، وہ ہمارے تایا کا ہی نہیں ہونے والا سرال بھی ہے، ہر بات کو نظر انداز کرنا تو جیسے ہم پر فرض ہے، اپنی بار تو وہ ذرا ذرا سی بات کا بھنگڑا بنا لیتے ہیں، یاد نہیں آپ کو خالہ صائمہ کے گھرتائی نے کیا کیا تھا، آپ نے یونی عفت آپنی سے کہہ دیا تھا، کبھی ہمارے گھر بھی آ جایا کرو، آپ نے تو توجہ میں کہا تھا، مگر تائی نے کسی کا بھی لحاظ نہیں کیا۔“

”کیسے آ جائیں میری بیٹی فارغ تھوڑی ہے، یہاں آنے کا بھی کہاں نام تھا، وہ تو صائمہ نے بار بار فون کیا تب آتا بڑا اور نہ جانے کیا کیا۔“ ارشد نے دو ماہ قبل بیشتر کی بات فاخرہ کو یاد دلانی۔

”اگر ان میں ہماری کسی بات کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں ہے، تو ہم میں بھی نہیں ہے۔“ ارشد ضدی لہجے میں بولی۔

”میں بابا کو دودھ دینے کے لئے جا رہی ہوں۔“ وہ نخوت سے سر جھٹک کر کمرے سے نکل گئی۔

”کاش! جو مجھے بھی محسوس ہو رہا ہے، میرا دماغ ہی ہو۔“ فاخرہ بیگم نے سر جھٹکا کر اپنے دل میں سوچا۔

”کہہ تو ارشد ٹھیک رہی ہے، ان کی باتیں اور وہ یہ عجیب سا ہی ہو گیا ہے۔“ فاخرہ کو چند گھنٹے قبل کی باتیں یاد آئیں۔

”یہ چیز اتنی قیمتی ہے اور یہ چیز اتنے پیسوں کی ہے، پیسوں سے شروع ہو کر بات پیسوں پہ ہی ختم ہو رہی تھی۔“ ان کا منگوایا ہوا ایک عشرت بیگم نے نخوت سے پکڑا اور کونے میں رکھ دیا، کسی نے بھی کھول کر کھانے یا فرنیچ میں بھی رکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

حالات دل کے ہی نہیں انہیں گھر کے بھی بدلے سے لگے گھر نیا نیا پینٹ کروایا گیا تھا، نیا فرنیچر نئے پردے، فاخرہ بیگم عجیب سے غصے میں گھری بیٹھی تھیں، دوسری طرف راعنہ بھی خاموشی سے اپنے دانٹوں سے ہونٹ کاٹ رہی تھی۔

”کہہ تو ارشد ٹھیک رہی ہے، پہلے جیسی بات ہی کب ہے، نہ لہجوں میں، نہ طے میں، نہ حازم اب پہلے کی طرح فون کرتا ہے، نہ عجمی ڈھیروں میں گم بیٹھی تھیں۔“ وہ دونوں ماں بیٹی گہری سوچ میں گم بیٹھی تھیں۔

”یا اللہ یہ سب وہم ہو۔“ وہ دونوں دل میں دعا کر رہی تھیں۔

☆☆☆

”ارشد آؤ چلیں۔“ دونوں کے بعد راعنہ نے ارشد سے کہا۔

”کہاں جانا ہے؟“ ارشد بستر کی چادر جھاڑتے ہوئے نل بھر کور کی۔

”تائی کے گھر۔“ راعنہ نے آہستگی سے کہا۔

”کس خوش میں۔“ ارشد نے ابرو اچکا کر

راعنہ کی طرف سوالیہ انہروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”عفت آپنی کے بیٹے کو دیکھتے اور یہ چیزیں دینے کے لئے جاتا ہے۔“ راعنہ نے مختلف قسم کے مھلونوں، کپڑوں اور کمبل سیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”تم ہی جاؤ، میں نہیں جا رہی۔“ ارشد نے نیچے کے کور چڑھاتے ہوئے معروف سے انداز میں کہا۔

”پلیز چلو نا۔“ راعنہ نے الجھت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں نے کہا دیا ہے، تا میں نہیں جا رہی۔“ ارشد نے دو ٹوک لہجے میں کہا، اس سے پہلے کہ راعنہ کچھ اور فاخرہ بیگم کمرے میں داخل ہو گئیں۔

”چلو راعنہ دیر ہو رہی ہے۔“ انہوں نے اپنا والٹ بند کرتے ہوئے کہا۔

”امی دیکھیں نا ارشد نہیں جا رہی ہے، آپ اس کو کہیں نہ یہ بھی ہمارے ساتھ چلے۔“ راعنہ نے منہ بناتے ہوئے فاخرہ بیگم کی طرف رخ کر کے کہا۔

”مجھے نہیں جانا امی، آپ دونوں جائیں۔“ اس سے پہلے کہ فاخرہ بیگم ارشد کو کچھ کہتی، وہ جلدی سے کہہ کر ہاتھ روم میں گھس گئی۔

”چلو نہیں جا رہی نہ جانے دو، آؤ ہم دونوں ہو آتے ہیں۔“ فاخرہ بیگم نے کندھے پر پڑی چادر کو سر پہ اوڑھتے ہوئے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئیں، راعنہ نے شکوہ کناں نظروں سے بند دروازے کو دیکھا اور پھر سر جھٹک کر اپنے قدم باہر کی جانب بڑھا دیئے۔

☆☆☆

راعنہ راستے بھر افسردہ سی رکشے میں بیٹھی

رہی۔

”پاگل ہے وہ تم دل چھوٹا نہ کرو۔“ فاخرہ نے راعنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی، تو راعنہ مسکرا دی۔

”واقعی پاگل ہے۔“ راعنہ نے ماں کا ہاتھ تھامے ہوئے کہا اور وہ دونوں مسکرا دی، کتنے ہی منظر اس کے گرد سے گزر رہے تھے، راعنہ رخ موڑ کر باہر کے مناظر کو دیکھنے لگی۔

رکشے، گاڑیاں، بانیک، سائیکلیں ہر کوئی ایک دوسرے سے پہلے جانے کی ٹیک دو دو میں مصروف تھا، کہیں بڑی بڑی دکانیں تھیں، تو کہیں کوئی خواجہ فروش ریزمی گھیت کر لے جا رہا تھا۔

کوئی چیزیں خریدنے میں تھا، تو کوئی مناسب بھاد تاؤ کی چیخ میں مصروف، ہر کوئی مصروف تھا، ہر کوئی ہی جگت میں بھی، رکشا بڑی سڑک سے متصل گلی میں مڑا، تو راعنہ نے گہرا سانس لے کر اپنے پاؤں میں رکھے سامان کو سمیٹ کر اٹھالیا، رکشے والے کو پیسے دے کر فاخرہ راعنہ کی جانب مڑی۔

”او چلیں، کیا دیکھ رہی ہو؟“ فاخرہ بیگم نے والٹ بند کرتے ہوئے راعنہ کی جانب دیکھا، جو حیرانگی سے اپنے تایا کے گھر کے بیرونی دیوار کو دیکھ رہی تھی، جہاں سینٹ کی دیواروں کی جگہ جگمگ کرتی ٹائلز لگی ہوئی تھیں۔

”ای یہ کب بنایا، ان لوگوں نے کنٹرکشن کا کام کروایا ہے۔“ راعنہ نے حیرانگی سے خوبصورت سی نیم پلیٹ کے پاس لگی تیل پر انگلی رکھ کر فاخرہ بیگم سے استفسار کیا۔

”ہاں بتا رہی تھیں بھابھی، صحن میں اور کمروں میں ٹائلز لگوائی ہیں۔“ فاخرہ بیگم نے عام سے لہجے میں کہا۔

”ہمیں تو نہیں پتا، نہ جازم نے بتایا نہ ہی

عصمی نے۔“ راعنہ نے بڑبڑا کر کہا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور بولتی، دروازہ کھل چکا تھا۔

”راعنہ آپنی!“ ندا خوشی سے چلاتی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔

”ارے ارے بس بھی کرو، اندر تو آنے دو۔“ راعنہ کی چند لمحے پہلے کی حیرانگی کی جگہ خوشی نے لے لی تھی۔

”او سوری۔“ ندا نے اپنے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے، ان کے لئے اندر آنے کے لئے جگہ چھوڑی۔

”امی اور عفت آپنی ادھر ہیں۔“ ندا نے فاخرہ بیگم کو سلام کرنے کے بعد سامنے کمرے کی جانب اشارہ کیا۔

”آپنی چلیں میں دو منٹ میں ہی آتی ہوں۔“ ندا کہہ کر بھاگتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ گئی، فاخرہ بیگم اور راعنہ نے اپنے قدم سامنے کمرے کی طرف بڑھا دیے۔

”السلام و علیکم بھابھی جان!“ فاخرہ بیگم نے اندر داخل ہوتے ہوئے سلام کیا۔

”وعلیکم السلام!“ عشرت بیگم رکھائی سے جواب دے کر عباد کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

”السلام علیکم تائی جان!“ راعنہ نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور ان کی جانب سر جھکا دیا۔

”اچھا تم بھی آتی ہو۔“ عشرت بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ رکھے عجیب سے لہجے میں کہا، شرمندگی کے احساس نے سرتاجیر راعنہ کو اپنی لپٹ میں لے لیا، وہ شرمندہ ہوتے ہوئے سیدھی ہوئی۔

”ارے چچی اور راعنہ تم لوگ کھڑے کیوں ہو، بیٹھو نا۔“ چند ساعتوں کے بعد عفت کو آداب میزبانی یاد آئے۔

”عفتی آپنی یہ عباد کے لئے ہیں۔“ راعنہ نے تین بھرے بھرے شاپر اس کی طرف بھاتے ہوئے کہا۔

”اس میں کیا ہے؟“ عفت نے ہاتھ بھاتے بغیر تفتیشی انداز میں راعنہ سے استفسار کیا۔

”دیکڑے، کھلونے، کبل، فیڈر اور چھوٹی ہونٹ چیزیں ہیں۔“ راعنہ نے خوشی سے بتایا۔

”اچھا دیے کچھ خاص ضرورت تو نہیں تھی ان چیزوں کی اصل میں عفت تو ہر چیز امپورٹڈ استعمال کرتی ہے، تم نے بلاوجہ ہی ہزار، پندرہ سو نائے کیے خیر رکھ دو۔“ عشرت بیگم نے ساڑھے چھ ہزار کی چیزوں کو دیکھے بتائی رنجش کر دیا۔

”نہیں تائی میں نے بھی اچھی کمپنی کی چیزیں لی ہیں۔“ راعنہ نے اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔

”اچھی کمپنی کی چیزیں لینے کے لئے کھلے پے چاہیے ہوتے ہیں، ہاں ویسے اب تو تم بھی کمانے لگ گئی ہو، ارسہ بھی گھر میں نیوٹن دے رہی ہے۔“

”اب تو اچھا گزارا ہو ہی جاتا ہوگا، ورنہ اختیار کی پرائیویٹ نوکری میں کہاں پورا پڑتا تھا، چلو اب لے ہی آئی ہو تو رکھ دو، کیا واپس لے جانے کا ارادہ ہے۔“ عشرت بیگم نے سرخراہ انداز میں کہا، تو راعنہ کے لئے چیزیں رکھنا دشوار ہو گیا تھا، اس نے ہر چیز بڑی محبت اور اچھی کمپنی کی سی خریدی تھی، راعنہ کا دل چاہ رہا تھا، چیزوں کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی غائب ہو جائے۔

”تائی جان عصمی اور دنیا کہاں ہیں؟“ راعنہ نے اس عجیب سے ماحول سے نکلنے کا بہانہ تراشا۔

”مصروف ہیں۔؟ مختصر سا کورا جواب

موصول ہوا۔

”اتنی بھی کیا مصروف ہیں کہ آ کر ملی بھی نہیں۔“ راعنہ نے دل میں ملول ہوتے ہوئے سر جھکا کر سوچا۔

”حازم اور اسد کیسے ہیں بھابھی۔“ فاخرہ بیگم نے مسکرا کر ماحول کی کشیدگی کو ختم کرنے کی غرض سے بات چلی۔

”اللہ کا شکر ہے، بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں، اللہ میرے بچوں کو حاسدین کر بری نظر سے بچائے۔“ عشرت بیگم نے آخری فقرہ بظاہر آہستگی سے کہا تھا، لیکن ان کی آواز اتنی بھی ہلکی نہیں تھی، کہ عباد کو پیار کرتی راعنہ سن سکتی۔

”امی چلیں۔“ راعنہ کے لئے بیس منٹ بعد ہی یہ ماحول اور باتیں ناقابل برداشت ہو گئیں، اس کے اعصاب جیسے پھٹنے لگے تھے۔

عشرت بیگم کی باتیں دولت سے شروع ہو کر دولت پہ ختم ہو رہی تھی اور عفت کی باتیں اپنی خالی کی ساس بیبی کی تعریفوں اور اس کی دولت پر مبنی تھیں۔

”ارے بیٹھ جاؤ، حازم آنے والا ہے، وہ اپنی گاڑی میں چھوڑ آئے گا، تم کہاں رکشوں میں دھکے کھاتی جاؤ گی، حق باہ بس کیا کریں، تم بھی ٹھہری فاخرہ قسمت کے معاملے ہمیشہ سے بد قسمت، خدا نے بیٹا بھی نہ دیا کہ امید ہی ہوئی، کبھی تو دن بدلیں گے۔“ عشرت بیگم نے آہ بھر کر کہا، تو پیاری فاخرہ بیگم نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔

”نہیں تائی بہت سے لوگ بسوں اور رکشوں میں ہی سفر کرتے ہیں، آپ بھی تو چند ماہ قبل انہی رکشوں میں آتی جاتی تھیں۔“

”ہم چلیں جائیں گے، انھیں امی۔“ راعنہ نے بظاہر شائستگی بھرے لہجے در پردہ انہیں جتا دیا

تھا، عشرت بیگم اس کی بات پر پہلو بدل کر رہ گئیں تھیں۔

”ہم لوگ تو تم دونوں کے فائدے کے لئے ہی کہہ رہے تھے، آگے تمہاری مرضی ہے۔“

عقی لاپرواہی سے کندھے اچکا کر کہا۔

”ہمیں عادت ہے، ہم چلیں جائیں گے۔“ راعنہ نے ہنس کر کہا اور باہر کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

وہ دونوں بہت دل گرگزی سے گھر واپس آئی تھیں، فاخرہ بیگم آتے ہی منہ سرپیٹ کر اپنے کمرے میں لیٹ گئیں، انیلا دوسرے کمرے میں بیٹھی سڑی کر رہی تھی۔

راعنہ خاموشی سے آکر بیڈ کے کونے پہ بیٹھ گئی، کتنی ہی باتوں اور سوچوں نے اس کے دل اور دماغ کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

سڈے ہونے کی وجہ سے آج اس کے ٹیوشن بچے چھٹی پر تھے، اسی لئے وہ مزے سے ڈائجسٹ میں سر دینے بیٹھی تھی۔

”تمہیں کیا ہوا ہے؟“ اس نے ایک نظر راعنہ کے چہرے پر ڈالی اور چونک سی گئی، راعنہ نے غائب دماغی سے اسے کو دیکھا۔

”کیا ہوا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟“ اس نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ ہلایا، تو راعنہ چونک سی گئی۔

”آں ہاں کیا کہہ رہی ہو؟“ راعنہ نے سر جھٹک کر اس سے سوال کیا۔

”پاگل ہو گئی ہو کیا؟ کب سے ایک ہی سوال پوچھتے جا رہی ہو۔“ اس نے پیٹ کے بل لیٹ کر ٹانگیں اوچی کر کے جھلانے لگی۔

”ارے تم ٹھیک کہتی ہو، تائی جان، عقی آبی وہ سب بدل گئے ہیں۔“ کمرے کی خاموشی کو

راعنہ کی آواز نے توڑا۔

”اچھا تمہیں اور امی کو آج پتا چلا ہے، اسی لئے اتنی اداس اور کھوٹی کھوٹی سی ہو۔“ اس نے گردن گھما کر راعنہ کی طرف دیکھا۔

”ارے کیا پیسہ انسان کو اتنا بدل دیتا ہے؟ کیا پیسوں سے رشتے ہوتے ہیں؟“ راعنہ نے ضبط کی طنائیں ٹوٹنے لگی، اس کی آواز بھرا گئی اور آنکھیں نمکین پانی سے جھلملانے لگی۔

”عفت آبی کتنی اچھی تھیں، بالکل بڑی بہنوں کی طرح مگر اب..... اور تمہیں پتا ہے ارے کوئی بھی ہمیں ملے نہیں آیا، نہ عصمی نہ دیبا کوئی بھی آکر ہمیں نہیں ملا۔“ راعنہ نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپا لیا۔

”ارے راعنہ پاگل ہو گئی ہو۔“ اسے اسے روتے دیکھ کر گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔

”جو جیسا ملتا ہے، اس سے ویسا مل لو، حساب برابر۔“ اس نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔

”ایسا نہیں ہوتا ارے۔“ راعنہ نے اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر اس کی جانب رخ کیا۔

”جیسا لوگ ہم سے ملے گے ہم بھی دیا ہی ان سے مل لیں گے، اس میں رونے یا دنگی ہونے کی کیا بات ہے، کیوں کہ ہم رو کر اور نہ ہی افسوس کا اظہار کر کے لوگوں کی سوچ اور انداز کو بدل سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی فطرت کو، زندگی

میں ایک ہاتھ دو اور دوسرے ہاتھ لو والا فارمولا اپنا لوگی، تم بھی خوشی سے نہال رہو گی اور سامنے والا بھی سیکل۔“ اس نے بتا کر کہا۔

”ایسے نہیں چلتا ارے، یہ فارمولا ہم باہر کے لوگوں پر اپلائی کر سکتے ہیں، لیکن رشتوں کے ساتھ نہیں ان کے ساتھ ہمارے ایک نہیں دو دو

رشتے ہیں۔“

”یار پلیز۔“ اس نے ہاتھ اٹھا کر راعنہ کو بلانے سے روکا۔

”تم بھی امی کی طرح ہر بات میں یہی بات مت کیا کرو، انہیں بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہیے، ہمارے ساتھ ان کے اور بھی رشتے بڑے ہوئے ہیں۔“ اس نے غصے سے سر جھٹکا۔

”رونا بند کرو، میں تمہیں ایک چیز دکھائی ہوں۔“ اس نے رخ موڑ کر سائیز ٹیبل سے ایک کارڈ نکالا اور راعنہ کے ہاتھ میں تھما دیا۔

”آمنہ کی شادی کا کارڈ ہے۔“ راعنہ نے کارڈ دیکھ کر خوش ہوتے ہوئے اس کی جانب دیکھا جو منہ بسورے بیٹھی تھی۔

”تو تم خوش ہو رہی ہو اور یہاں مجھے ٹینشن ہو رہی ہے۔“

”کیوں ٹینشن کیوں؟“ راعنہ نے استعجاب سے لہجے میں استفسار کیا۔

”جانا بڑے گا یار۔“ اس نے منہ ہٹا کر کہا اور راعنہ کی طرف دیکھ کر وہ دونوں ہنس پڑی، اس نے آنے جانے کے معاملے میں بہت چورنگی، قبول اس کے مجھے کوئی بلانا نہیں، بلکہ غصہ دلاتا ہے۔“

☆☆☆

”بختیار! فاخرہ بیگم نے ٹی وی پر خبریں سننے شوہر کو پکارا۔

”ہاں۔“ انہوں نے ذرا کی ذرا فاخرہ کی جانب دیکھا اور پھر سے ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گئے۔

”آپ بھائی صاحب سے بات کریں نا، راعنہ کو نوکری کرتے ہوئے بھی ایک سال ہونے والا ہے، ارے بھی اپنی بڑھائی مکمل کر چکی ہے، ہم کب تک انتظار کریں گے، بیٹیوں کے فرض سے جتنی جلدی ہو سبکدوش ہو جانا چاہیے، چلو ابھی

ارے کی نہ سکی، راعنہ کی تو شادی ہو جانی چاہیے، آمنہ کی شادی کا کارڈ آیا ہوا ہے وہ تو راعنہ سے بھی چھوٹی ہے، اب تو سب لوگ سوال کرنے لگے ہیں، بیٹیاں ٹائم سے اپنے گھروں کی ہو جائیں، ماں باپ پر سکون ہو جاتے ہیں۔“ فاخرہ بیگم غر مندی سے بول رہی تھیں۔

”تم نے بھابھی سے بات کی۔“ بختیار صاحب نے ٹی وی بند کر کے بیوی کی طرف متوجہ ہوئے۔

”میں نے تو بہت بار کہا، پہلے دے لفظوں میں کہا، مگر جب انہوں نے توجہ نہ دی، میں نے صاف لفظوں میں بھی کہا، میں نے تو یہاں تک کہا ہے، نہ زیادہ لوگوں کو بلائیں اور نہ ہی زیادہ بری کی فکر کریں، تھوڑے میں ہی سکی، راعنہ کو رخصت کروالیں، ارے کی ایک دو سال کے بعد رکھ لیں، مگر انہوں نے کوئی بھی صاف جواب نہیں دیا۔“ وہ پریشانی سے گویا ہوئیں۔

”تم فکر مت کرو، میں بھائی جان سے بات کرتا ہوں، اللہ بہتر کرے گا۔“ بختیار صاحب نے فاخرہ کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔

”کتنی بار ہم اپنے منہ سے کہہ چکے ہیں، ہم بیٹی والے ہیں، انہیں خود بھی سوچنا چاہیے۔“ فاخرہ بیگم کو نجائے کیوں سب ٹھیک نظر آتا، ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

ایک ڈر سان کے دل و دماغ میں سرائیت کر گیا تھا، انہیں کچھ بھی ٹھیک محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

”تم فکر مت کرو میں کل ہی بھائی جان سے بات کروں گا۔“ بختیار صاحب نے پریشان سی فاخرہ کے کندھے پر تسلی سے ہاتھ رکھا، تو فاخرہ بیگم گہرا سانس لے کر رہ گئیں۔

”یا خدا سب میرا وہم ہو۔“ وہ سوچ کر رہ

کنیں۔

☆☆☆

”زمیگ کتنی بے کیف اور بے رنگ سی ہوگئی ہے، پہلے ہم اس موسم کو کتنا انجوائے کرتے تھے اور اب یہی موسم کتنا اداس اور پیکا سا لگ رہا ہے۔“ راعنہ نے اپنا سر گھٹنوں پہ رکھا۔

”سہی کہہ رہی ہوں۔“ ارسلہ بھی تنہائی اور اداسی سے جھجھلا کر اس کے پاس آ بیٹھی۔
”اس بار بارشیں بھی کتنی غیر متوقع طور پر ہوئی ہیں، ایک دم ہی آسمان بادلوں سے ڈھک جاتا ہے۔“ ارسلہ نے سر اٹھا کر بادلوں سے ڈھکے آسمان کو دیکھا، جو کبھی بھی وقت بارش کے قطرے اپنے قہار سے گرانے کو تیار تھا۔

”تم دونوں یہاں کیوں بیٹھی ہو، اتنی ٹھنڈ ہو رہی ہے اور تم دونوں مزے سے مچن میں بیٹھی ہو، چلو اندر جاؤ۔“ فاخرہ بیگم نے شمال اپنے گرد لپیٹتے ہوئے غصے بھری آواز میں کہا۔

”امی رہنے دیں نا، اتنا حشر آ رہا ہے یوں لگ رہا ہے جیسے ہم مری میں بیٹھیں ہوں۔“ ارسلہ نے گرم چادر اپنے گرد کتے ہوئے، لا پرواہی سے فاخرہ بیگم سے کہا۔

”تم دونوں کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے، بیمار ہو جاؤ گی، چلو راعنہ اندر جا کے بیٹھو، یہ تو پاگل ہے ہی، تم بھی اس کے ساتھ پاگل بن جانی ہو۔“ فاخرہ نے شکستیں نظروں سے ارسلہ کو کھورا، جو ان کی بات پہ دانت نکال رہی تھی۔

”اچھا امی جانتے ہیں۔“ راعنہ نے سعادت مندی سے کہا، تو فاخرہ بیگم سر ہلا کر اندر کمرے میں چلی گئیں اور چند ٹائیے بعد ہی اپنی چادر اٹھا لائیں۔

”آپ کہاں جا رہی ہیں۔“ راعنہ نے انہیں چادر اوڑھتے دیکھ کر سوالیہ لہجے میں

دریافت کیا۔

”میں تھوڑی دیر کے لئے انہیں کے کمرہ جا رہی ہوں، کافی دنوں سے بلا رہی تھی، ٹائم ہی نہیں ملتا، تم دونوں اندر جا کر بیٹھو۔“ گرم چادر اوڑھتے ہوئے انہوں نے جاتے جاتے وہ سنسنی انداز میں کہہ کر مچن میں آ گئی۔

”اور اٹھ کر دروازہ لگا لو، انیلا آئے اسے آتے ہی کھانا دے دینا، پڑھائی اور اکیڈمی تیرا اسے کچھ ہوش نہیں ہوتا۔“ وہ رسائیت سے کتنی دروازہ پار کر گئیں۔

”دروازہ لگا لو راعنہ، اگر کوئی چور آ گیا تو۔“ ارسلہ نے شرارتی انداز میں راعنہ سے کہا۔
”تو تمہیں اٹھا کر نہ لے جائے، جلدی سے لاک لگا آؤ۔“ راعنہ نے ہنستے ہوئے ارسلہ کی طرف رخ کیا۔

”حالانکہ پہلے اسے تمہیں اٹھا کر لے جانا چاہیے۔“ ارسلہ اپنی بات پہ کھلکھلا کر ہنس دی، راعنہ نے ہونٹوں پہ بھی بے ساختہ مسکراہٹ دیکھ گئی۔

”راعنہ یاد ہے نا، جب دو سال پہلے ممانی آئی تھیں، تو بے وہ بھی کیا سن تھا؟“

دروازے پہ پتا نہیں کون آیا تھا، ممانی بڑے آرام سے دروازہ کھولنے کے لئے کمرے سے نکلی یہاں سے جو پھسلی..... ارسلہ نے برآمدے سے آگے اشارہ کیا اور دروازے تک آرام سے پہنچ گئیں، وہ بھی بڑے آرام سے چلنے کی بھی ضرورت نہیں پڑی تھی۔

ارسلہ ہاتھ پہ ہاتھ مار کر زور زور سے ہنس دی، راعنہ کو بھی وہ سین پوری جزئیات کے یاد تھا، وہ بھی ہنسنے لگی۔

”اور حازم اتنا بڑا مسخرہ ہے، ممانی جب سہل ہوئی، بڑے آرام سے کہتا، اٹھ جائیں

ممانی، میں نے کچھ نہیں دیکھا، ممانی جان بچی میں۔“ ارسلہ نے حازم کی نقل اتاری۔
”کتنے مزے کے دن تھے نا وہ بھی ہے نا راعنہ۔“ ارسلہ نے اداس ہوتے ہوئے راعنہ سے کہا۔

”ہاں یہ تو ہے، وہ دن بہت اچھے تھے۔“ راعنہ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔
بارش کا قہار الٹ چکا تھا، وہ دونوں بھاگتی ہوئی برآمدے میں آ گئی اور جھم جھم کرتے پانی کے رقص کو دیکھنے لگی۔

☆☆☆

”تائی جان آئی ہیں۔“ راعنہ ابھی ابھی سکول سے لوٹی تھی، جب ارسلہ نے اسے مطلع کیا۔

”مجھڑ ہے نا۔“ ارسلہ نے سالن میں چمچ چلاتے ہوئے پانی کا گلاس واپس شیلٹ پہ رکھی راعنہ سے کہا۔

”واقعی مجھڑ ہی ہے۔“ راعنہ نے کہا۔
”کیوں آئی ہیں، خیریت ہے؟“ راعنہ نے کچن میں پڑی کرسی بیٹھتے ہوئے ارسلہ کی پشت کو دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

”پتا نہیں۔“ ارسلہ نے لاعلمی سے کندھے اچکائے۔

”تم جا کر پہلے مل آؤ، پھر بیٹھنا۔“ ارسلہ نے کرسی کی بیک سے ٹیک لگاتی راعنہ کو ٹوکا۔
”جا رہی ہوں۔“ راعنہ نے اپنی پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔

”تمہیں کیا ہوا؟ طبیعت ٹھیک ہے۔“ ارسلہ، راعنہ کے قریب آ کر اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر فکر مندی سے استفسار کیا۔
”سر میں درد ہو رہا ہے، تم میرے لئے ایک کپ چائے بنا دو گی، میں تائی جان سے مل کر

آئی ہوں۔“ راعنہ نے کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

”اچھا میں بتاتی ہوں، تم مل کر آ جاؤ۔“ ارسلہ نے واپس چولہے کے قریب جاتے ہوئے کہا، راعنہ اثبات میں سر ہلا کر کچن سے نکل آئی۔
”السلام علیکم تائی جان!“ راعنہ نے جھپکتے ہوئے عشرت بیگم کو سلام کیا، بچھلی بار کی رکھائی راعنہ کے ذہن میں در آئی تھی۔

”علیکم السلام، اب سکول سے آئی ہو۔“ عشرت بیگم نے سر سے پاؤں تک راعنہ کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

”جی!“ راعنہ نے مختصر جواب دے کر نظر اٹھا کر عشرت بیگم کی طرف دیکھا، کچن کے بلکے گرین کمر کے سوٹ میں، مہندی کی جگہ ہیر ڈائی کیے ہوئے بال اور ان کے چہرے پہ عجیب سی رعوت اور غرور کے باعث اکڑی ہوئی گردن، راعنہ نے ایک نظر پاس بیٹھی فاخرہ بیگم کو دیکھا، وہ عشرت بیگم سے کئی سال چھوٹی تھیں، مگر ان کے ساتھ بیٹھی، ہمیں بڑی لگ رہی تھیں۔

”آئی میں بھی ہوں۔“ دیبا کی آواز پہ راعنہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔
”کیسی ہو آپ؟“ دیبا مسکرائی۔

”میں ٹھیک ہوں۔“ راعنہ بدقت مسکرائی۔
”میں نے سوچا آپ نے تو آنا نہیں، میں ہی مل آئی ہوں۔“ دیبا نے محبت بھرنے لہجے میں کہا۔

”اچھا کیا۔“ راعنہ نے مسکرا کر کہا اور اپنی لالچنی سوچوں کو جھٹک ان سے اپنا دامن چھڑایا۔
”تم یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ ارسلہ کے پاس چلو، میں بھی کپڑے بدل کر وہی آئی ہوں۔“ دیبا، راعنہ کی بات پہ فوراً ہی کھڑی ہو گئی تھی، شاید وہ وہاں بیٹھی بور ہو رہی تھی۔

”فاخرہ تم بھی تھوڑا سا گھر کو بدل لو، وہی سالوں پرانا نقشہ، وہی بنا پینٹ کے دیواریں۔“
”تائی امی بھی نا۔“ راعنہ نے دل میں کراہ کر سوچا اور اٹھ آئی۔

☆☆☆

”گھر میں سب کیسے ہیں؟“ راعنہ بچن میں چلی آئی اور دبا سے پوچھا۔
”سب ٹھیک ہیں، کیا کرتے رہتے ہیں سب۔“ ارشد نے روٹی نیتے ہوئے دیا سے سوال کیا۔
”سب بڑی اپنے اپنے کاموں میں۔“ دبانے گولی مول سا جواب دیا۔
”اسد نہیں آیا اسلام آباد سے، کافی دن ہو گئے ہیں اسے آئے ہوئے۔“ راعنہ نے چائے کا سیپ لیتے ہوئے دیا سے اسد کے بارے میں دریافت کیا۔

”اسد بھائی شاید کل آئیں، کنفرم نہیں ہے۔“ دبانے لا پرواہی سے بتایا، اسد کافی عرصے کے بعد چکر لگانے لگا ہے، پہلے تو جہاں چھٹی ملی، وہی واپسی کی راہ لیتا تھا، راعنہ نے دیا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”نہیں تو بھائی آئے تھے سچ میں دو تین بار، آپنی انیلا کہاں ہے۔“ دبانے بات پٹٹی۔

”انیلا اکیڈمی گئی ہوئی ہے، اصل میں اس کے ایگزامز ہونے والے ہیں نا، تو بس آج کل پڑھائی ہے اور انیلا ہے۔“ ارشد نے ہنسنے ہوئے بتایا تو دبانے اثبات میں سر ہلایا۔

”ہم لوگ حازم بھائی کے ساتھ مری، نارمان کا خان گئے تھے، بہت ہی مزا آیا تھا آپنی، یوں لگتا ہے جیسے کسی جنت میں آگئے ہوں، اسلام آباد سے اسد بھائی بھی آگئے تھے، اسد بھائی اور ان کی کوئی بھی آگئی تھی اور یہاں سے ہم غمی

آپنی، جمال بھائی اور ان کی کزن بھی گئیں تھیں، اتنا مزہ آیا، بس کیا بتاؤں آپ کو۔“ دبانے ٹٹن اسٹاپ بولتے ہوئے آنکھیں میچ کر کہا ارشد اور راعنہ خاموشی سے اسے بولتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔

”فیملی ساتھ ہو مزہ تو آتا ہے۔“ راعنہ نے دبا کے چپ ہونے پر مسکرا کر کہا۔

”بہت ہی مزہ آتا ہے آپنی، ہم لوگوں نے اتنا انجوائے کیا، کیا بتاؤں، ٹھہریں میں آپ کو وہاں کی پکس دکھائی ہوں۔“ دبانے اپنے سامنے رکھے ہینڈ بیگ سے اپنا سیل فون نکالا اور فون ان لاک کر کے راعنہ کے ہاتھ میں دے دیا۔

”ٹھہریں میں آپ کو پہلے جاناں آپنی کی پکس دکھائی ہوں۔“ دبانے راعنہ کے ہاتھ سے سیل فون لیا اور پک نکال کر راعنہ کے سامنے کر دی۔

”اتنی اچھی ہیں جاناں آپنی بے حد۔“ راعنہ نے حازم کے ساتھ چپلی کھڑی لڑکی کو دیکھا، ہر تصویر میں وہ دونوں ساتھ کھڑے تھے، کہیں سیٹھی بناتے ہوئے، تو کہیں ایک دوسرے کے ساتھ شرارتیں کرتے ہوئے، راعنہ کا دل اداس سا ہوا۔

”اچھی پکس ہے نا۔“ دبانے چپکتے ہوئے استفسار کیا۔

”ہاں، بہت اچھی ہیں۔“ راعنہ بے شکل مسکرائی اور سیل فون دبا کی جانب بڑھا دیا۔

”یہ دیکھیں یہ اسد بھائی کی کوئی پک ہیں۔“

”یہ بھی اتنی اچھی اور فریڈی ہیں، ہم سب کو تو بہت ہی پسند آئی خاص طور پر امی تو ان کی فین ہی ہو گئی ہیں۔“ دبانے خوشی بھرے انداز میں کہا، اب کے راعنہ چاہے کبھی مسکرائیں گی، وہ دبا کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

”دینا تمہیں تائی بلا رہی ہیں۔“ ارشد نے رے کچن میں لاتے ہوئے دیا کو تائی کا پیغام دیا۔

”اچھا۔“ دیا اثبات میں سر ہلا کر اٹھ کر چلی گئی۔

”میرے لئے تو ٹائم ہی نہیں ہے، نہ فون کا میسج کا۔“ راعنہ جب بھی فون کرتی۔

”حازم میں بڑی ہوں۔“ کہہ کر فون رکھ دیتا، راعنہ کو اپنے اندر تک خالی پن اترا محسوس ہوا، نہ جانے کس کس بات پر۔

”حازم کے بتاتے جانے پر، یا اس لڑکی سے بے انتہا بے تکلفی پر، عصمی کی دوستی پر، یا پھر خود کو انور کے جانے پر۔“

نہ جانے کس کس بات پر اس کے اندر گہرا سناٹا چھا گیا تھا، راعنہ بے شکل اٹھ کر اپنے بستر تک آئی اور کچے میں منہ دے کر رونے لگی۔

کم مائیگی کا احساس، یوں نظر انداز کیے جانے کی اذیت اس کے رگ دپے میں سرایت کر گئی تھی۔

☆☆☆

”ارشد! فخرہ بیگم اسے آواز دیں دیتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئیں۔

”جی امی!“ ارشد نے اور راعنہ نے ڈائجسٹ میں گم اپنا سر باہر نکالا۔

”بیٹا ذرا جلدی سے میرے اور اپنے بابا کے کپڑے تو پر لیں کر دو۔“ فخرہ نے ٹگلت بھرے لہجے میں کہا۔

”کیوں آپ نے کہاں جانا ہے؟“ راعنہ نے حیرانگی سے وال کلاک کی طرف دیکھ کر فخرہ بیگم سے پوچھا، جہاں کھڑی کی سویاں چھ بجا رہی تھیں۔

”عصمی کی معافی ہے، وہاں جانا ہے۔“

فاخرہ بیگم نے دھیمے لہجے میں کہا۔
”کیا؟“ راعنہ کا حیرت کے بارے منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

”مین امی چار دن تک تو ایسی کوئی بات نہیں تھی، نہ تو تائی نے ذکر کیا اور نہ ہی دیا نے۔“ ارشد نے حیرت کے سمندر میں غوطے کھاتے ہوئے فخرہ بیگم سے سوال کیا۔

”مجھے کیا بتانا، ابھی تمہارے بابا کے پاس فون آیا ہے، عصمی کی معافی ہے سات بجے کا وقت ہے۔“ فخرہ نے لائیلی سے کندھے اچکا کر کہا۔

”ہیں امی عصمی باجی کی معافی ہے، میں بھی تیار ہو جاؤں۔“ کمرے میں داخل ہوئی انیلا نے خوشی سے چلا کر کہا۔

”نہیں صرف مجھے اور تمہارے بابا کو ہی بلایا ہے۔“ فخرہ بیگم کے کہنے پر انیلا کی خوشی پل بھر میں ہوا ہو گئی۔

”لو بھلا یہ کیا بات ہوئی؟“ وہ منہ بناتی کر رہی آئی تھی۔

”امی آپ کو اور بابا کو بالکل بھی جانے کی ضرورت نہیں ہے۔“ ارشد نے غصے سے کہتے ہوئے فخرہ بیگم کو حکم آمیز لہجے میں کہا۔

”جانا تو پڑے گا بیٹا، رشتے داری کا سوال ہے۔“ انہوں نے لمبا سانس لے کر کہا۔

”کیوں جانا پڑے گا، اگر انہیں بلانے یا بتانے کی تیز نہیں ہے، تو ہماری بھی مرضی ہے، جائیں یا نہ جائیں۔“ راعنہ نے غمی سے کہا۔

”ہر بار غیروں کی طرح فون کر دیتے ہیں اور ہم ہر بار انور کر کے چلے جاتے ہیں، مگر اب نہیں، آپ نے عفت آپنی کی بار بات کی ہوئی، عقل اور ہوش دونوں ہی ٹھکانے آ جاتے، ان کے بھی اور تباہی کے بھی، مہینوں کی بات نہیں ہے، سب چار دن کی بات ہے، تائی صاحبہ خود بہ نفس

بیگم کی رندھی ہوئی آواز آدھ کھلے دروازے سے
باہر آرہی تھی، راعنہ کے قدم بے اختیار دروازے
کے پاس رک گئے تھے اور وہ اندر سے آتی
آوازیں سننے لگی۔

”فکر مت کرو فاخرہ خدا بہتر کرے گا۔“
بختیار صاحب کی آواز ہی نہیں لہجہ بھی ٹوٹا ہوا تھا،
مگر خدا پہ یقین کی رسی انہوں نے چھوڑی نہیں
تھی۔

”خدا بہتر کرے گا، سب ٹھیک ہو جائے گا،
ہم کب تک ایسی جھوٹی تسلیاں خود کو دے دے کر
بھلائیں گے، ان لوگوں کا رویہ تو سب چیخ کر
بتا رہا ہے، سب عیاں تو کر رہا ہے، میں نے اپنی
بینیاں انہیں نہیں دی تھیں، انہوں نے خود جھولی
پھیلا کر میری بینیوں کے رشتے ہانگے تھے، مگر
اب وہ خود کو نہ جانے کیا سمجھ رہے ہیں اور خدا
جانے ہمیں کیا جتنا چاہتیں ہیں، ہماری بینیاں ہم
پہ یو جھ نہیں ہیں بختیار۔“

”عفت کی خالہ ساس کو اتنا پروٹو کول دیا جا
رہا تھا، سب کو جیسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا، انہیں
کہاں بٹھا میں اور کیا کھلائیں اور ہمیں فقیروں کی
طرح ایک کونے میں بٹھائے رکھا، جیسے گئے تھے
ویسے ہی لوٹ آئے، بات نہ تو خصوصی پروٹو کول
کی ہے اور نہ ہی کھانے کی، میں اپنی بے عزتی
بھول جاتی، مگر انہوں نے جو سلوک آپ کے
ساتھ کیا ہے، میں کبھی نہیں بھول جاؤں گی۔“
فاخرہ بیگم نے روتے ہوئے کہا۔

”چلو چھوڑو مہمانوں میں یاد نہیں رہتا۔“
بختیار صاحب نے آہستگی سے کہا، ان کا لہجہ ٹوٹا
ہوا تھا۔

(باقی اگلے ماہ)

☆☆☆

نفیس شریف لائیں تھیں، ہم اپنے بھی گرے
پڑے نہیں ہیں امی۔“ ارسہ تڑخ کر بولی۔

”میرا دماغ مت خراب کرو ارسہ، جو کہہ
رہی ہوں بس وہ کرو، جلدی سے اٹھ کر کپڑے پر لیں
کردو، لائٹ کا کوئی پتا نہیں کب چلی جائے۔“

”امی جانے کا کوئی بھی تک نہیں بننا، پر
آپ کو کون سمجھائے اور تم ارسہ؟“ راعنہ کی
جانب غصے سے دیکھتے ہوئے بولی۔

”تم نہ کچھ کہہ دینا امی کو۔“ ارسہ نے
خاموش بیٹھی راعنہ کو لٹاڑا اور پاؤں بٹختی غصے سے
باہر نکل گئی۔

”امی! ارسہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔“ راعنہ نے
کہا۔

”ہاں تم دونوں ہی ٹھیک کہہ رہی ہو، بس
میں پاگل ہوں۔“ فاخرہ بیگم نے ارسہ کا غصہ
راعنہ پہ اتارا اور سر جھٹک کر برآمدے میں جا کر
بیٹھ گئیں۔

☆☆☆

گھر میں اداسی اور افسردگی کا اتنا ماحول بن
گیا تھا، کہ وہ تینوں خاموش بیٹھی اپنی اپنی سوچوں
میں گم تھیں، ان لوگوں کے رویے عجیب سے
عجیب تر ہو گئے تھے۔

راعنہ نے گہرا سانس لے کر اپنے اندر کی
سخن کو باہر نکالا اور اٹھ کر چکن میں آ گئی، راعنہ
نے سالن نکال کر فریج میں رکھا اور ایک کپ
دودھ گرم کر کے ٹرے میں رکھا اور چکن کی لائٹ
آف کر کے بختیار صاحب اور فاخرہ بیگم کے
کمرے کی جانب بڑھ گئی، وہ ہر روز رات کو
سونے سے پہلے بختیار صاحب کو دودھ گرم کر کے
دیتی تھی۔

”بختیار صاحب مجھے تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں
آ رہا ہے، ایسے کیسے اور کب تک چلے گا۔“ فاخرہ

PARHLO PAKISTAN

اب آپ ہر قسم کے ناول ہماری ویب سائٹ
سے مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہماری ویب سائٹ ناولز رہٹرز کے لئے آفر
بھی دیتی ہے۔ اگر آپ لکھنے کے شائق ہیں تو ہم سے رابطہ
کریں۔ آپ کے ناولز کے علاوہ ناول کے بہترین ہونے
پر آپ کو کیش پرائز بھی دیں گے

ابھی اپنا ناول EMAIL کریں اور اپنے لکھاری ہونے کا فائدہ اٹھائیں۔

WHATSAPP GROUP : 0318-9992829

PARHLO.COM.PK@GMAIL.COM